عالِم کا سونا عبادت کیوں؟

****

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت فقیہ عصر مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ سے سوال کیا کہ حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ عالم کا سونا بھی عبادت ہے مگر اس کا عبادت ہونا سمجھ میں نہیں آتا؟

حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا۔ جب ایک بڑھئی کسی کا دروازہ بنا رہا ہوتا ہے تو اسے کام کے دوران اپنے بعض اوزار تیز کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ کام تیز اور خوبی کے ساتھ ہو سکے۔ اوزار تیز کرتے کے وقت وہ دروازہ نہیں بناتا ہے مگر اس کا یہ وقت بھی اسی میں شمار ہوتا ہے اور مزدوری نہیں کاٹی جاتی — اسی طرح ایک عالم بھی تو اسی لئے سوتا ہے کہ اس کی تھکن اور اضمحلال دور ہو اور نشاط و انبساط کے ساتھ دین کی خدمت کر سکے۔ آخر اس صورت میں اس کا سونا کیوں نہ عبادت قرار دیا جائے۔

——— فقیہ امت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ

——— مذاکرات دکن ص ۲۷-۲۸

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مرویات معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ — ۳۵ — محمد سعید الرحمن علوی

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما اَنَّ مُعَاوِيَةَ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اخبره انه رأى رسول الله صلى الله تعالى عليه و اصحابه وسلم قصر من شعره بمشقص فقلنا لابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ما بلغنا هذا الا عن معاوية (رضى الله تعالى عنه) فقال ما كان معاوية (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) على رسول الله صلى الله تعالى عليه واصحابه وسلم متهمًا (مسلم ج ۱ ص ۴۰۰، مسند احمد ج ۴ ص ۹۵)

سفر حج کے دوران حلق و قصر (سر منڈوانا یا کم کرانا) واجب ہے۔ حج کے فرائض ہیں احرام، وقوف عرفات اور طواف زیارت تین چیزیں شامل ہیں جب کہ اس کے واجبات میں میقات سے احرام باندھنا، صفا و مروہ کے درمیان سعی، زوال سے آفتاب ڈوبنے کے تھوڑی دیر بعد تک عرفات میں وقوف کرنا، وقوف مزدلفہ، سر منڈوانا، رمی جمار کرنا، طواف وداع، رمی جمار کو ذبح پر مقدم کرنا، ہدی کا ذبح کرنا، ہدی کے ذبح کو حلق پر مقدم کرنا اور ہدی کو ایام نحر میں ذبح کرنا شامل ہیں۔ (مسائل بہشتی زیور ص ۲۴۵)

جہاں تک سر منڈانے یا بال کٹوانے کا تعلق ہے یعنی حلق و قصر، تو قربانی کے معاً بعد ایسا کرنا ضروری ہے۔ یا تو پورا سر صاف کرانا چاہیے یا بال کٹوا لینے چاہئیں لیکن محدثین و فقہاء کے نزدیک پورے بال صاف کرانا زیادہ بہتر اور زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔ عورتوں کو صرف انگلی کے ایک پورے کے برابر بال کترانے چاہئیں۔

یہ تو تھی اس سلسلہ میں مسائل کی تحقیق جس کو ہم نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی معرکۃ الآراء اور مشہور عالم کتاب "بہشتی زیور" کے خلاصہ "مسائل بہشتی زیور" سے نقل کیا ہے۔

ان مسائل سے آپ نے یہ تو سمجھ لیا کہ حلق یا قصر دونوں میں سے کوئی کام کرنا ضروری ہے اور یہ بات حج کے واجبات میں شامل ہے تاہم جیسا کہ عرض کیا حلق زیادہ بہتر ہے۔ لیکن حضور نبی کریم رحمت دو عالم، قائد نا الاعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم نے قصر کرایا۔ یہ بات حضرت معاویہ بن ابی سفیان سلام اللہ تعالیٰ علیہما و رضوانہ نے ذکر فرمائی تو راوی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کیا کہ ہم نے یہ بات محض حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے سنی ہے؟ گویا وہ شخص تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ اس پر حضرت ابن عباس علیہما الرضوان نے فرمایا کہ حضرت معاویہ علیہ الرضوان حضور علیہ السلام پر تہمت تو نہیں لگا رہے۔ (وہ جو فرما رہے ہیں سچ ہی فرما رہے ہیں) حضور علیہ السلام نے آسانی اور سہولت کی خاطر مختلف اوقات میں دونوں ہی طریقے اختیار کئے تاکہ امت کے افراد پر آسانی ہو اور وہ آسانی سے جو کام کر سکے کرے۔

یہ روایت مسلم اور مسند احمد کی معروف کتابوں میں ہے۔ اس کے علاوہ السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۱۰۲ پر یہ روایت موجود ہے جس میں اس بات کی تصریح ہے کہ ایسا عمل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمرہ کے دوران کیا —— صاحب الفتح الربانی اپنی کتاب کے ص ۱۹۰ ج ۱۲ پر لکھتے

(باقی ۷ پر)

ہفت روزہ
خُدّام الدّین
لاہور

جلد ۲۶ ❖ شمارہ ۵۲
۲۲ رشعبان المعظم ۱۴۰۱ھ ❖ ۲۶ رجون ۱۹۸۱ء

اس شمارے میں

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مدیر منتظم
مولوی محمد اجمل قادری
مدیر
محمد سعید الرحمن علوی

بدل اشتراک	سالانہ -/۶۰، ششماہی -/۳۰
	سہ ماہی -/۱۵، فی پرچہ ۱/۵۰

عالم اسلام

عالم اسلام کے آج کے جو حالات ہیں انہیں دیکھ کر اور پڑھ کر دل کڑھتا اور پریشان ہوتا ہے۔ جغرافیائی طور پر ایک وحدت میں پروئی ہوئی قوم جس انتشار اور افراتفری کا شکار ہے وہ ایک المیہ ہے۔

آج اس قوم کے مادی وسائل اور افرادی قوت کسی چیز کی کمی نہیں لیکن وہ برابر غیروں کی محتاج اور زبوں حالی میں اپنا وقت گذار رہی ہے عوام سے لے کر اہل اقتدار تک تمام طبقات (اور ان میں گستاخی معاف مدعیان دین و علم اور سجادہ و مشیخت بھی شامل ہیں) کے اعمال کے بُرے نتائج جو سامنے آ رہے ہیں وہ اپنی جگہ لیکن اصل مصیبت یہ ہے کہ اس سے خود اسلام کا روئے روشن داغدار ہو رہا ہے اور چونکہ ایسا ہماری بدعملیوں کی وجہ سے ہو رہا ہے اس لئے ڈر لگتا ہے کہ اسلام کا نازل کرنے والا اس کی توہین پر ہمیں کسی مصیبت و عذاب میں مبتلا نہ کر دے —— ویسے دیکھا جائے تو اس وقت جو افراتفری، انتشار اور اخلاقی جرائم کا دور دورہ ہے

تو یہ بھی ایک طرح کا عذاب ہی ہے۔ لیکن جب ایسی تنبیہات سے عبرت حاصل نہ کی جاتے تو پھر یہ سلسلہ آگے بڑھ کر کسی قیامت کا سماں پیدا کر سکتا ہے۔

دنیا کا کوئی اسلامی ملک ہمیں بتلایا جائے یا کسی ملک کے باشندے اپنا ہاتھ سینہ پر رکھ کر کہیں کہ ان کے یہاں اسلام کا عادلانہ نظام مکمال و تمام موجود ہے؟ —— خلافت عثمانیہ ہماری وحدت کا ایک نشان تھی اور اس سے ہماری اجتماعیت کا بھرم قائم تھا شاطران یورپ نے پہلی جنگ کے ذریعہ اس پر کاری ضرب لگائی۔

انجمن خدام الدین کی جنرل کونسل کا اجلاس ۲۴ رجون بمطابق ۲۱ رشعبان بروز بدھ منعقد ہو رہا ہے۔ تفصیلی رپورٹ اور فیصلے آئندہ پرچے میں ملاحظہ فرمائیں۔

عرب مسلمانوں کے قومی جذبات کو بھڑکایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے خود خلافت کو کار لغو سمجھ کر اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے سازشیں شروع کر دیں۔ شریف مکہ جیسے حکمرانوں کا اس سلسلہ میں کردار اس قدر مکروہ اور غلط ہے کہ توبہ بھلی! لیکن کیا خلافت عثمانیہ کا جوا گلے سے اتار کر عرب اقوام کو چین نصیب ہو گیا؟— اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ ان کے عین قلب میں خنجر یہودیت ہے۔ اس نے ان کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ وہ چچا سام اور دنیائے یورپ کے "پولیس مین" کا کردار ادا کر رہا ہے۔ اور عرب ... کہ ... کے پاس اس کی ناوک افگنی کا کوئی علاج نہیں ۵۶ء میں نہر سویز کی آزادی کے لئے مرحوم ناصر نے جس جرأت کا مظاہرہ کیا تھا اس رُخ پر حیات اجتماعی کا دھارا بہتا تو آج تاریخ مختلف ہوتیں۔ افسوس کہ "عرب مدبرین" نے ناصر کو اپنا دشمن سمجھ کر حقیقی دشمنوں کے

ہاتھوں میں کھیلنا شروع کر دیا— حتیٰ کہ ۶۷ء میں عرب، اسرائیل جنگ ہوئی تو مصری فضائیہ غارت کر دی گئی۔ اور اس میں لیبیا کے امریکی اڈے کام آئے۔

عربوں نے خلافت سے جو سلوک کیا وہ اپنی جگہ کمال اتاترک نے جو ہمارے یہاں کے حادثاتی رہنماؤں کی طرح ابھرا تھا اپنے ملک میں خلافت اور اہل دین کا جو حشر کیا ترکی اب تک اس کے زخم چاٹ رہا ہے۔ آج مصر اسرائیل سے محبت کی پینگیں بڑھا رہا ہے (؟) نے اہل دین کو

اس کے علاوہ ایشیائی ممالک میں چین ہے یا افریقی ممالک ہیں؟ متمول اور امیر ملکوں کے حکمران، ان

قارئینِ خدام الدین کی خصوصی توجہ کے لئے

حضرت دین پوری، حضرت امروٹی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں، مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے نادر قلمی خطوط جو ان اکابر کے اپنے مقدس ہاتھوں سے لکھے ہوئے ہیں۔ دستیاب ہوتے ہیں۔ جن کی حفاظت کے لئے ایک خصوصی اشاعت زیر تجویز ہے اس طرح کے اکابر کے غیر مطبوعہ خطوط کے فوٹو یا اصل ہمیں مہیا فرما کر تعاون فرمائیں۔ اصل کی شکل میں ڈاک خرچ اور خطوط کی بحفاظت واپسی ہماری ذمہ داری ہوگی۔

مراسلت

مدیر منتظم ہفت روزہ خدام الدین کے نام کریں

دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے
چند اہم فیصلے

از حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، لکھنؤ

ناظرین کو معلوم ہے کہ ہماری بدقسمتی سے دارالعلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ کے بعد سے وہاں سخت باہمی اختلاف و خلفشار پیدا ہو گیا تھا، جو کبھی فتنہ و فساد کی شکل بھی اختیار کر لیتا تھا —— وقتاً فوقتاً الفرقان میں بھی اس صورت حال پر اپنے دلی درد و کرب کا اظہار کیا جاتا رہا ہے۔

۳۰، ۳۱ رمئی و یکم جون ۸۱ء کو دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا۔ آئین و دستور کے لحاظ سے اس عظیم دینی و تعلیمی ادارے سے متعلق سارے اختیارات مجلس شوریٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ یہ عاجز راقم السطور بھی اس کا ایک رکن ہے۔ اگرچہ اپنی معذوری کی وجہ سے سفر میرے لئے سخت مشکل اور تکلیف دہ ہے لیکن دارالعلوم کے بگڑے ہوئے حالات کی وجہ سے میں نے شرکت ضروری سمجھی اور سفر کیا (کل ہی دیوبند سے واپسی ہوئی ہے)۔

اس اجلاس کی غیر معمولی اہمیت کی وجہ سے مجلس شوریٰ کے تمام ہی

(باقی ۵ پر)

کے صاحبزادگان، شہزادے اور گلے بندھے منہ چڑھے اللّے تللّوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی عیش و نشاط میں ڈوبی ہوئی زندگی کے لئے انسانی تاریخ میں مثال ملنی مشکل ہے —— رہ گئے غریب ملک جن میں ہمارا ملک بھی شامل ہے وہ قرضوں، امداد اور اس طرح کے چکروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اے کاش! یہ افغانستان کے انجام سے سبق حاصل کرتے اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی فکر کرتے۔

بہرحال "ہمہ تن داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم" والی بات ہے۔ اور ہم اپنی کمزوریوں کے پیشِ نظر خدائے بزرگ و برتر سے درخواست ہی کرتے ہیں کہ ربّ انّی مغلوب فانتصر

بقیہ : چند اہم فیصلے

ارکان نے شرکت فرمائی —— اس ناچیز ہی کو اجلاس کا صدر منتخب کر لیا گیا تھا۔ پروگرام کے مطابق تین دن مسلسل اجلاس جاری رہا۔ صبح، شام اور رات کو روزانہ تین نشستیں ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بہت اہم فیصلے ہوئے اور سب فیصلے تمام ارکان کے اتفاق سے ہوئے فالحمد للہ علیٰ ذالک ثم الحمد للہ۔

افسوس ہے کہ ملک کی بعض خبر رساں ایجنسیوں کو کسی نے مجلس کے فیصلوں کے بارے میں بہت غلط اطلاعات دیں اور وہ اخبارات میں شائع ہو گئیں۔ اس لئے راقم سطور نے ضرورت محسوس کی کہ مجلس کے اہم فیصلوں کو الفرقان میں بھی شائع کر دیا جائے۔

۱۔ گزشتہ قریبی مدت میں مجلس شوریٰ کے چار ارکان کے انتقال کی وجہ سے جو جگہیں خالی ہو گئی تھیں ان کے لئے مندرجہ ذیل، چار حضرات منتخب کئے گئے:

۱۔ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب مہتمم جامعہ عربیہ ہتورا ضلع باندہ)

۲۔ جناب حاجی عبیدالرحمٰن خاں شروانی صاحب (علی گڑھ)

۳۔ جناب حاجی علاءالدین صاحب (بمبئی)

۴۔ جناب مولانا محمد عثمان صاحب (دیوبند)

۲۔ دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے مجلس شوریٰ میں ایک تحریر پیش فرمائی۔ جس میں اپنی پیرانہ سالی اور فطری ضعف قویٰ کا تفصیل سے ذکر فرما کر اہتمام کی ذمہ داریوں کا بوجھ ہلکا کر دینے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی —— مجلس شوریٰ حضرت ممدوح کی اس تحریر سے بہت متاثر ہوئی اور اس نے طے کیا کہ موجودہ نائب مہتمم (مولانا نصیر احمد خاں صاحب) کے علاوہ ایک اور نائب مہتمم کا تقرر کیا جائے نیز ایک مددگار مہتمم منتخب کیا جائے۔ چنانچہ مولانا محمد عثمان صاحب دیوبندی کو نائب مہتمم اور مجلس کے قدیم رکن مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب بجنوری کو مددگار مہتمم تجویز کر دیا گیا۔ اور اس طرح حضرت مہتمم صاحب کا بوجھ ہلکا کر دیا گیا۔

مجلس شوریٰ نے یہ بھی طے کیا کہ حضرت مولانا محمد طیب صاحب اپنے اس فطری ضعف قویٰ کے باوجود اپنی طویل ترین خدمت دارالعلوم کی وجہ سے تا حیات دارالعلوم کے مہتمم رہیں گے۔

۳۔ مجلس شوریٰ نے یہ بھی طے کیا ہے کہ ۱۰ ر شوال ۱۴۰۱ھ کو مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوگا اور اس میں دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ اور شعبوں کے ملازمین کے لئے الگ الگ ضابطۂ اخلاق تجویز کیا جائے گا اور ہر استاذ، طالب علم اور ہر ملازم سے اُس کی پابندی کا عہد لیا جائے گا اور دارالعلوم کا ایک نیا صالح دور شروع کرنے کے لئے تمام ممکن ذرائع استعمال کئے جائیں گے —— واللہ ولی التوفیق۔

یہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے مجلس شوریٰ کے چند اہم فیصلوں کا حاصل ہے۔ تجاویز کا اصل متن نہیں ہے اور یہ صرف اس لئے الفرقان میں شائع کیا جا رہا ہے کہ اخبارات کی غلط اطلاعات کا کسی درجہ میں تدارک ہو جائے۔

محمد منظور نعمانی ۴ رجون ۸۱ء

(منقول از ماہنامہ الفرقان لکھنؤ جون ۸۱ء)

مجلسِ ذِکر

ضبط و ترتیب : علوی

بِدعت کُفر سے قریب ہے

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :-

محترم حضرات و خواتین !

شعبان المعظم کی پندرھویں شب (شب برات) سے متعلق تفصیلی خطبہ آپ حضرات جمعہ میں سماعت فرما چکے اور خدام الدین میں پڑھ چکے — آج کی مجلس ذکر کی معروضات سامنے آئیں گی تو وہ بابرکت رات گذر چکی ہو گی (اللہ تعالے اس کی برکات سے ہمیں متمتع فرمائے) اس کے باوجود بعض باتیں عرض کرتا ہوں - کیونکہ یہ باتیں ہر وقت کام آنے والی ہیں۔

جیسا کہ آپ حضرات نے خطبہ میں ملاحظہ فرمالیا ہو گا کہ یہ مہینہ کس قدر بابرکت ہے اور خاص یہ رات کس قدر عظمت و برکت والی ہے۔ لیکن ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ امت کا بڑا طبقہ اس رات اور اس قسم کی دوسری راتوں اور ایام نیز مبارک ساعتوں اور گھڑیوں کو لہو و لعب اور بدعات و خرافات کی نذر کر دیتا ہے۔ سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے سرخیل حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا دہلوی قدس سرہٗ کے مواعظ و ملفوظات کا عدیم النظیر مجموعہ "فوائد الفواد" کے نام سے شائع ہوا ہے اس کے مرتب حضرت کے حضرت خواجہ امیر حسن سنجری (مدفون خلد آباد، حیدر آباد دکن) رحمہ اللہ تعالےٰ ہیں۔ اس میں ایک ملفوظ ہے جس میں حضرت فرماتے ہیں :-

"بدعت از معصیت بالاتر است و کفر از بدعت بالاتر و بدعت بر کفر نزدیک است۔ یعنی بدعت گناہ سے زیادہ سنگین ہے اور کفر بدعت سے زیادہ سنگین جبکہ بدعت کفر سے قریب تر ہے۔"

ایک ولی کامل قدس سرہٗ جس کی طرف لوگوں نے اپنی کم علمی و جہالت کی وجہ سے نہ معلوم کیسی کیسی باتیں منسوب کر رکھی ہیں کا ملفوظ اپنے پلّے باندھ لیں اور پھر حضور نبی مکرم رحمتِ دو عالم قائدنا الاعظم محمد عربی صلوات اللہ تعالےٰ علیہ و سلامہ کے ان ارشادات کو پڑھیں جن میں بدعت اور بدعتی کی مذمت کی گئی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص بدعتی کی توقیر و عزت کرتا ہے وہ اسلام کی عمارت ڈھانے میں شریک ہوتا ہے — نیز ارشاد فرمایا کہ ہمارے لائے ہوئے دین میں جو ایجادِ نو اور بدعت پسندی کو ملاتا ہے اور کسی نئی چیز کو اسلام کے نام پر اسلام میں داخل کرتا ہے تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ امر نہایت مکروہ اور مردود ہے۔ مزید فرمایا دین میں ایجاداتِ بندہ (جنہیں بدعات کہا جاتا ہے) سراسر ضلالت و گمراہی کا باعث ہے اور ہر ضلالت و گمراہی جہنم میں لے جانے کا باعث ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ بدعت اور ایجاداتِ بندہ کی اس قدر جو مذمت کی گئی ہے اور اس پر اس حد تک جو غیظ و غضب کا اظہار کیا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک بدعتی ایسا کام کر کے اور اسے دین کا جزو بنا کر گویا یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ دین کے اس شعبہ کو معاذ اللہ حضور علیہ السلام نامکمل چھوڑ کر چلے گئے۔ اب میں اپنے اس عمل سے اسے مکمل کر رہا ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا سوچنا خطرناک قسم کی بے دینی اور گمراہی ہے اس لئے حضرت خواجہ دہلوی فرماتے ہیں کہ "بدعت بہ کفر نزدیک است"

حضور نبی مکرم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین کامل و اکمل لے کر دنیا والوں کے لیے چھوڑ گئے اس میں کسی قسم کی کمی بیشی اور تغیر و تبدل کا سوال نہیں۔ اس کے برعکس انتہائی درجہ کی گمراہی ہے۔

بد قسمتی سے جن لوگوں کا مزاج بدعت پسندی کا شکار ہو جاتا ہے اور جو بدعات و خرافات کی وجہ سے اپنے قلب و نظر کو تباہ کر لیتے ہیں وہ جدید تمدنی ترقی اور اس نوع کے کاموں کا ذکر کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں کہ صاحب گھڑی آپ کے زمانہ میں تھی؟ گاڑی، سکوٹر، سائیکل آپ کے زمانہ میں تھا؟ وغیرہ ذالک

ان ذات رسالت علیہ السلام کی عقیدت و محبت سے بے بہرہ لوگوں کو کون سمجھائے کہ یہ چیزیں ایک طرح کی دنیوی ضرورتیں ہیں۔ انہیں دین سمجھ کر نہیں کیا جا رہا ہے اور نہ اس کا محرک و پس منظر تنور شکم کو بھرنا اور لوگوں کی سادگی و کم علمی سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے — ایسے بدعت پسند اور گمراہ لوگ نہ صرف اپنی بدعملیوں کی سزا بھگتیں گے بلکہ اللہ تعالےٰ کی مخلوق کو گمراہ کرنے اور ان کا رُخ ایسے لایعنی کاموں کی طرف موڑنے کا عذاب بھی انہیں بھگتنا پڑے گا — اللہ تعالےٰ ہمیں اس معصیت عظمیٰ سے بچائے۔

شب برات کو اللہ تعالےٰ کے آخری رسول علیہ السلام کی منشا کے مطابق گذاریں، رات کو عبادت کریں، دن کو روزہ رکھیں اور ممکن ہو تو رات میں اہل اسلام کے قبرستان بھی جائیں اور اپنے مسلمان اہل قبور کے لئے مغفرت کی دعا کریں — اللہ تعالےٰ ہمیں اپنی مرضیات اور جناب رسالت مآب علیہ السلام کی اطاعت و نسبت کے جذبہ سے سرشار فرمائے

بقیہ : احادیث الرسولؐ

ہیں :-

(۱۲۵۲) ان ابن عباس ینفی التھمۃ عن معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وآلہ واصحابہ وسلم لانہ صحابی والصحابۃ کلھم عدول رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے اس بات کی نفی فرمائی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کی اور یہ اس لئے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ صحابی ہیں اور تمام صحابہ عادل ہیں۔

(رضی اللہ تعالےٰ عنہم)

صاحب "فتح ربانی" نے حدیث کی روح پر گفتگو کرتے ہوئے بڑی خوبصورت بات ارشاد فرمائی۔ ایک عام مسلمان سرکار دو عالم قائدنا الاعظم علیہ السلام کے متعلق جھوٹ کی نسبت کہتے ہوئے ڈرتا اور شرماتا ہے اور یہ بات ویسے بھی سنگین جرم ہے۔ سرکار دو عالم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم) کا ارشاد ہے۔ "من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار"۔ جو شخص میری طرف جھوٹ کی نسبت کرے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

اس سنگین جرم کا ایک عام مسلمان تصور نہیں کر سکتا چہ جائیکہ ایک صحابی رسولؐ۔ اور ایسا صحابی جو کاتب وحی ہے جو حضور علیہ السلام کی دعا کے مطابق ہادی و مہدی ہے، خلیفہ راشد و امام برحق ہے۔ امت کا محسن ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہیتا عزیز ہے وہ غلط بات کی نسبت سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کی طرف کیسے کر سکتا ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ذات عالی کے متعلق ترجمان القرآن، حبر امت، مفسر قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے جو شہادت دی اس

(باقی ۱۰ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

انسان کیا سے کیا بن جاتا ہے؟

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبیدُ اللہ انور مدظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

والتین والزیتون ....

الیس اللہ باحکم الحاکمین ـــــ

صدق اللہ العلی العظیم (سورہ التین)

محترم حضرات! قرآن عزیز کی ایک مختصر سورت آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ قرآن عزیز کی موجودہ ترتیب کے اعتبار سے یہ ۹۵ ویں سورت ہے۔ اور یہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی۔ چھوٹی چھوٹی ۸ آیتیں ہیں ایک ہی رکوع ہے ـــــ اس کا ترجمہ ہے :-

"انجیر اور زیتون کی قسم ہے اور طورِ سینا کی اور اس شہر (مکہ) کی جو امن والا ہے۔ بے شک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اسے سب سے نیچے پھینک دیا ہے، مگر جو ایمان لائے۔ اور نیک کام کئے سو ان کے لئے تو بے انتہا بدلہ ہے پھر اس کے بعد آپ کو قیامت کے معاملہ میں کون جھٹلا سکتا ہے؟ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں؟ (ضرور ہے)

حضرت لاہوری قدس سرہٗ اس سورۃ کا خلاصہ ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"انسان اگر فرض منصبی ادا کرے تو بہترین مخلوقات، اور اگر فرض منصبی ادا نہ کرے تو یہ بدترین مخلوقات۔ (ص ۹۵۴)

قرآنی قسمیں

سورۃ کی ابتدا میں چار چیزوں کی اللہ تعالےٰ نے قسم کھائی۔ "انجیر، زیتون، طور سینا اور بلد اللہ الحرام مکہ معظمہ" حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ ایک دوسرے مقام پر اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ قسمیں کیوں کھائی جاتی ہیں اور اس سلسلہ میں شریعت مطہرہ کی ہدایت کیا ہے؟

"واضح ہو کہ دنیا میں کئی قسم کی چیزیں ہیں جس کی قسم لوگ کھاتے ہیں۔ اپنے معبود کی، کسی معظم و محترم ہستی کی، کسی مہتم بالشان چیز کی، کسی محبوب یا نادر شے کی، اس کی خوبی یا ندرت جتانے کے لئے جیسے کہتے ہیں کہ فلاں کی قسمت کی قسم کھائیے۔ پھر بلغاء یہ بھی رعایت کرتے ہیں کہ مقسم بہ (جس کی قسم کھائی جا رہی ہے) مقسم علیہ (جس کے متعلق قسم کھائی جا رہی ہے) کے مناسب ہو یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ مقسم بہ کو مقسم علیہ کے لئے شاہد ہی گردانا جائے جیسے ذوقؔ نے کہا ہے ؎

اتنا ہوں تری تیغ کا شرمندۂ احساں
سر میرا ترے سر کی قسم اٹھ نہیں سکتا

یہاں اپنے سر کے نہ اٹھ سکنے پر محبوب کے سر کی قسم کھانا کس قدر موزوں ہے؟ شریعت حقہ نے غیر اللہ کی قسم کھانا بندوں کے لئے حرام کر دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شان بندوں سے جداگانہ ہے۔ وہ اپنے غیر کی قسم کھاتا ہے اور عموماً ان چیزوں کی جو اس کے نزدیک محبوب یا نافع یا وقیع و مہتم بالشان ہوں یا مقسم علیہ کے لئے بطور شاہد و حجت کے کام دے سکیں۔

اس سورت کی قسمیں

جیسا کہ عرض کیا اس سورۃ میں چار چیزوں کی قسم ہے۔ انجیر اور زیتون جو بقول علامہ عثمانی نہایت کثیر المنافع اور جامع الفوائد ہونے کی وجہ سے انسان کی حقیقت جامعہ کے ساتھ خصوصی مجبت رکھتے ہیں۔ اور بعض اہل تحقیق علماء کے نزدیک اس سے مراد دو پہاڑ ہیں "القدس" واقع !! گویا ان درختوں کی قسم مراد نہیں بلکہ اس مقام مقدس کی قسم کھائی ہے۔ جہاں یہ درخت بکثرت پائے جاتے ہیں اور وہی جگہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مولد و مبعث ہے۔

"طور سینا یا طور سینین" وہ پہاڑ ہے۔ جہاں اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو شرفِ ہمکلامی بخشا۔ اور "امن والا شہر" مکہ معظمہ ہے۔ جہاں سارے عالم کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم مبعوث ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی سب سے آخری امانت (قرآن کریم) اسی شہر میں اتاری گئی ـــــ تورات کے آخر میں ہے :-

"اللہ طور سینا سے آیا۔ اور ساعیر سے چمکا (جو بیت المقدس کا پہاڑ ہے) اور فاران سے بلند ہو کر پھیلا (فاران مکہ معظمہ کا پہاڑ ہے)

انسان پر اللہ کا کرم

قسموں کے متعلق اس وضاحتی گفتگو کے بعد آیت ۴ کو دیکھیں جس میں ہے کہ "بے شک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے" یعنی "یہ سب مقامات متبرکہ جہاں سے ایسے ایسے اولوالعزم پیغمبر اٹھے گواہ ہیں کہ ہم نے انسان کو کیسے اچھے سانچے میں ڈھالا اور کیسی کچھ قوتیں اور ظاہری و باطنی خوبیاں اس کے وجود میں جمع کی ہیں۔ اگر یہ اپنی صحیح فطرت پر ترقی کرے تو فرشتوں سے گوئے سبقت لے جائے بلکہ مسجود ملائکہ بنے۔" لیکن وہ اپنی شامت اعمال اور بے راہروی کے سبب اسفل سافلین میں برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔ جس کی وضاحت حضرت شاہ عبدالقادر قدس سرہٗ کے الفاظ میں اس طرح ہے کہ "اس کو لائق بنایا فرشتوں کے مقام کا پھر جب منکر ہوا تو جانوروں سے بدتر ہے۔" وہی بات جو ہم نے حضرت لاہوری قدس سرہٗ کے حوالہ سے خلاصہ کے طور پر نقل کی۔ ہے ـــــ انسان کو دنیا میں بھیجے جانے کے بڑے واضح مقاصد ہیں ان مقاصد اور ان فرائض منصبی کو وہ ادا کرے تو سبحان اللہ وگرنہ وہ جانوروں سے بدتر۔ "فمثلہ کمثل الکلب"۔

مقصد پر نظر رکھنے والے

جو لوگ مقصد پر نظر رکھتے ہیں "خلیفۃ اللہ فی الارض" کی ذمہ داریاں پوری کرتے اور "الا لیعبدون" کے حکم کے پابند رہ کر اللہ تعالےٰ کے احکامات بجا لاتے ہیں چھٹی آیت میں ان کا ذکر ہے کہ وہ اہل ایمان اور ارباب صلاح و تقویٰ جنہوں نے اپنی زندگی کو اعمال صالحہ سے روشن و منور کر لیا ان کے لئے ایسا اجر ہے جو "غیر ممنون" ہے۔ یعنی کبھی کم یا ختم نہ ہوگا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی سدا بہار نعمتوں میں رہے گا کوئی غم و حزن اور خوف و ملال اس کے قریب نہیں جائے گا۔ ان نعمتوں کے چھن جانے کا سوال ہی نہ ہوگا۔ اور بڑے مزے سے وقت گزرے گا۔ "پھر اس کے بعد قیامت کے معاملہ میں ان کو کون جھٹلا سکتا ہے" یہ ترجمہ ہے آیت ۷ کا ـــــ مولانا عثمانی لکھتے ہیں :-

"او آدمی! ان دلائل کے بعد کیا سبب ہے جس کی بنا پر سلسلہ جزا و سزا کا انکار کیا جا سکتا ہے! یا یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کو ہوگا۔ یعنی ایسے صاف بیانات کے بعد کیا چیز ہے جو منکرین کو جزا کے معاملہ میں تمہاری تکذیب پر آمادہ

کرتی ہے ؟

گویا ــــ خیال کرو کہ انسان کو اللہ نے پیدا کیا اور بہترین شکل و صورت میں پیدا کیا اس کا قوام ایسی ترکیب سے بنایا کہ اگر چاہے تو نیکی اور بھلائی میں ترقی کر کے فرشتوں سے آگے نکل جائے۔ کوئی مخلوق اس کی ہمسری نہ کر سکے۔ چنانچہ اس کے کامل نمونے دنیا نے، بیت المقدس، شام، کوہ طور اور مکہ معظمہ میں اپنے اپنے وقت پر دیکھ لئے جن کے نقشِ قدم پر اگر آدمی چلیں تو انسانی کمالات اور دارین کی کامیابی کے اعلیٰ ترین مقامات پر پہنچ جائیں۔ لیکن انسان خود اپنی بدتمیزی اور بدعملی سے ذلّت و ہلاکت کے گڑھے میں گرتا اور اپنی پیدائشی بزرگی کو گنوا دیتا ہے کسی ایماندار اور نیکوکار انسان کو اللہ تعالیٰ نخواہ مخواہ نیچے نہیں گراتا، بلکہ اس کے تھوڑے عمل کا بے اندازہ صلہ مرحمت فرماتا ہے۔ کیا ان حالات کے سننے کے بعد کسی کا منہ ہے جو دین فطرت کے اصول اور جزاء و سزا کے ایسے معقول قاعدوں کو جھٹلا سکے؟ ہاں ایک ہی صورت تکذیب و انکار کی ہو سکتی ہے کہ دنیا کو یونہی ایک بے سرا کارخانہ فرض کر لیا جائے جس پر نہ کسی کی حکومت ہو نہ یہاں کوئی آئین و قانون جاری ہو نہ کسی بھلے برے پر کوئی گرفت کر سکے ــــ اس کا جواب آخری آیت میں ہے

"الیس اللہ باحکم الحاکمین" کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ؟ یعنی اس کی شہنشاہی کے سامنے دنیا کی سب حکومتیں ہیچ ہیں۔ جب یہاں کی چھوٹی چھوٹی حکومتیں اپنے وفاداروں کو انعام اور مجرموں کو سزا دیتی ہیں تو اس احکم الحاکمین کی سرکار سے یہ توقع کیوں نہ رکھی جائے ؟

حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جو کیا سے کیا ہو جاتے ہیں انسانیت سے حیوانیت اور شیطنت کی سطح پر اتر آتے ہیں انہیں نہیں بھولنا چاہئے کہ وہ اپنی حیات مستعار کی گھڑیاں تیزی سے گزار رہے ہیں۔ گھڑی کی سوئی جس رفتار سے چل رہی ہے اور ٦٠ منٹ کے بعد گھنٹہ جو بجتا ہے تو وہ اعلان ہوتا ہے اس بات کا کہ اے انسان! تیری زندگی میں مزید کمی واقع ہو گئی اور ایک دن اعلان ہو گا "فلاں نماند" اس کے بعد دفتر اعمال کی چھان پھٹک ہو گی۔

حضور نبی مکرم علیہ السلام فرماتے ہیں "تم نے جس انداز سے زندگی گذاری اسی انداز سے تمہاری موت ہو گی اور جس طرح موت ہو گی اسی طرح اٹھائے جاؤ گے"۔

زندگی ایمان و اعمال کے نور سے منور ہے تو موت خوشی کا باعث ہو گی اور حشر کا جاگتا طمانیت کا سبب، لیکن اگر زندگی کفر و نفاق بدعت پسندی اور بجر و الحاد کے کانٹوں سے بھری ہوئی ہے تو پھر موت ذلت کا باعث اور قیامت کا جاگتا نامرادی و بربادی کا پیغام ہو گا

اب آئیں، ہم آپ جب اس سورۃ کی روشنی میں سوچیں کہ کیسے گذر رہی ہے؟ معاملہ درست ہے تو رب کریم کا شکر بجا لائیں، ورنہ اصلاح و توبہ کی فکر کریں

اللہ تعالےٰ اپنے فضل بے پایاں سے نوازے۔

بقیہ : احادیث الرسولؐ

نہیں سوچنا اور غور کرنا چاہئے اور اس دن کی پکڑ سے بچنا چاہیئے جس دن سرکار دوعالم (صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم) اپنے عزیزوں اور دوستوں کی بے عزتی و توہین کا استغاثہ دائر کریں گے۔ تو کیا منہ دکھاؤ گے ؟ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

دعاء مغفرت

محترم جناب محمد عثمان غنی صاحب کی اہلیہ محترمہ کی بڑی بہن جو ڈاکٹر تھیں اور نیویارک (امریکہ) میں مقیم تھیں گذشتہ دنوں اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ــ مرحومہ خدا ترس اور نیک خاتون تھی ان کا خاندان شیرانوالہ کے سرکز ارشاد سے وابستہ ہے اللہ تعالیٰ پورے خاندان کو صبر جمیل کی نعمت سے نوازے اور مرحومہ کو اپنی رحمت سے نوازے قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔

(ادارہ)

نفع نقصان میں شِرکت کا معاملہ

اور

اس کی شرعی حیثیت

قسط نمبر ٣ ═══ مولانا محمد طاسین صاحب مدظلہ

اس اصولی تصوّر کے غلط اور باطل ہونے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ واقعہ نفس الامر کے خلاف ہے کیونکہ واقع میں کوئی سرمایہ خواہ کسی شکل میں بھی ہو اپنے وجود کو جوں کا توں پوری طرح قائم و برقرار رکھتے ہوئے کسی نئی چیز کے وجود کا باعث نہیں بنتا نہ بیکار رہنے کی شکل میں اور نہ کاروبار کے اندر استعمال ہونے کی شکل میں، کاروبار کی جن صورتوں میں سرمائے کے ذریعے پیدا وار میں اضافہ ہوتا ہے ان صورتوں میں سرمایہ اپنی حالت پر جوں کا توں پوری طرح برقرار نہیں رہتا بلکہ جزوی یا کلی طور پر تحلیل ہو کر اس پیداوار میں مل جاتا ہے جو نئی محنت سے وجود میں آتی ہے گویا سرمائے کے ذریعے پیداوار میں جو اضافہ ہوتا ہے وہ سرمائے کے پیدا کرنے سے نہیں بلکہ سرمائے کے ایک حصہ کے اس میں منتقل ہو جانے سے ہوتا ہے۔ سطح بین لوگوں کو اس سے دھوکا لگتا اور وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ سرمائے نے اس کو پیدا کیا۔ اور سرمایہ دولت کو پیدا کرتا ہے، پیدا کرنا در اصل اس کا وصف ہے جو زندگی اور حس و حرکت رکھتا ہو۔ اور سرمایہ اس وصف سے عاری ہوتا ہے لہٰذا اس کی طرف کسی چیز کو پیدا کرنے کی نسبت صحیح نہیں ہوتی۔

دوسری وجہ اس اصولی تصوّر کے باطل ہونے کی یہ ہے کہ اس پر عمل کرنے سے قومی دولت چند ہاتھوں میں سمٹتی اور اس کی گردش کا دائرہ چند سرمایہ داروں تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے اور قومی معیشت کی گاڑی ان کی مرضی کے مطابق چلتی ہے کیونکہ وسائل دولت پر ان کا قبضہ و تسلط ہو جاتا ہے جس کا اسلام مخالف ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

كَيْلَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ ۝ تاکہ مال کی گردش تم میں کے چند اغنیاء کے درمیان محدود ہو کر نہ رہ جائے۔ یہ اس لیے کہ اس سے معاشرے میں غیر فطری قسم کا معاشی عدم توازن پیدا ہوتا ہے اور پھر اس سے گونا گوں معاشرتی اور سماجی برائیاں جنم لیتی اور معاشرے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہیں اسلام چونکہ یہ چاہتا ہے کہ معاشرے کے ہر ہر پہلو میں مکمل اعتدال و توازن پیدا ہو جو پائیدار امن و اطمینان کی بنیاد ہے لہٰذا اس کے نزدیک ہر وہ نظریہ اور اصول باطل قرار پاتا ہے جس سے معاشرے کا توازن بگڑتا اور بدامنی و بے چینی وجود میں آتی ہو۔ اور چونکہ زیر بحث تصور بھی ایسا ہی تصوّر ہے لہٰذا باطل و مردود قرار پاتا ہے۔

تیسری وجہ اس کے باطل ہونے کی یہ کہ اس سے معاشی حق و عدل کے مختلف و متضاد پیمانے وجود میں آتے اور مزدور اور سرمایہ دار کے درمیان کبھی ختم نہ ہو سکنے والے نزاع و جدال کا دروازہ کھلتا ہے وہ اس طرح کہ اس اصولی تصوّر کو ماننے والے آج تک یہ متعین نہیں کر سکے اور وہ یقیناً آئندہ بھی کبھی متعین نہیں کر سکیں گے کہ دولت کے پیدا کرنے میں محنت کا کتنا عمل دخل ہوتا ہے اور سرمائے کا کتنا عمل دخل، بنابریں آج تک یہ مسئلہ اندھیرے میں ہے کہ محنت اور سرمائے کے اشتراک سے جو دولت پیدا ہوتی

ہے اس میں فیصد کے لحاظ سے محنت کش کا کتنا حق ہوتا ہے اور سرمایہ دار کا کتنا حق بلکہ ان لوگوں نے اس کے تعین کا معاملہ فریقین کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ جو بھی آپس میں طے کرلیں وہی ہر ایک کا حق ہے لیکن عملاً اس کا تعین سرمایہ دار کی مرضی سے ہوتا ہے وہ جو طے کرتا ہے محنت کش کو اپنی مجبوری کی بنا پر وہی ماننا پڑتا ہے اور اس میں سرمایہ دار کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ خود زیادہ سے زیادہ لے اور محنت کش کو صرف اتنا دے کہ اس کی قوت کار بحال رہے اور کام میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ محنت کش سرمایہ کے طے کردہ کو مان تو لیتا ہے لیکن اسے برابر یہ احساس رہتا ہے کہ اس کی حق تلفی ہو رہی ہے چنانچہ جب بھی اسے موقع ملتا ہے اُجرت میں اضافے کا مطالبہ کر دیتا ہے اگر سرمایہ دار خوشی کے ساتھ اضافہ نہیں کرتا تو وہ ہڑتال اور توڑ پھوڑ پر اتر آتا ہے۔ اب سرمایہ دار اسی میں اپنا فائدہ دیکھتا ہے کہ کچھ اضافہ کر دے چنانچہ کر دیتا ہے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد محنت کش کی طرف سے اُجرت بڑھانے کا تقاضا شروع ہو جاتا ہے۔ جب اسٹرائک وغیرہ کی نوبت آئی تو سرمایہ اپنے مفاد کے بچانے کے لیے کچھ مزید بڑھا دیتا ہے لیکن یہ سلسلہ کہیں ختم نہیں ہوتا اور سرمایہ دار اور محنت کش کے درمیان کشمکش ہمیشہ جاری رہتی ہے اور دوسری طرف حق اور عدل و ظلم کے پیمانے برابر بدلتے رہتے ہیں۔ ایک وقت میں معاملہ کی جو صورت عدل و انصاف کے مطابق قرار پاتی ہے دوسرے وقت وہی صورت ظلم و ناانصافی کا مصداق ٹھہرتی اور پھر ایک دوسری شکل تجویز کی جاتی اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ حق و عدل کے عین مطابق ہے لیکن آگے چل کر پھر یہ دوسری شکل بھی ظالمانہ قرار پاتی اور ایک تیسری عادلانہ شکل تجویز کی جاتی ہے مثلاً اگر کل عدل و انصاف یہ تھا کہ منافع میں سے دو تہائی سرمایہ کار کو ایک تہائی محنت کش کو ملے اور اس کے برعکس ظلم تھا تو آج یہ عدل قرار پاتا ہے کہ سرمایہ دار کو ایک تہائی اور محنت کش کو دو تہائی ملے اور پچھلی شکل اب مصداق ظلم بن جاتی ہے۔ گویا عدل اور ظلم کے معیار و پیمانے حالات کے تحت بدلتے اور نئی سے نئی شکلیں اختیار کرتے ہیں حالانکہ اس کے برعکس ہونا یہ چاہیئے تھا کہ حالات، عدل کے ایک متعین اور محکم معیار کے تحت بدلتے بہرکیف اس صورت حال کا بغور جائزہ لیا اور اس کے اصل سبب کا کھوج لگایا جائے تو نظر آتا ہے کہ اس کا اصل سبب وہ مجہول اصولی تصوّر ہے جو یہ تو کہتا ہے کہ محنت کی طرح سرمایہ بھی مال و دولت کو پیدا کرتا ہے لیکن یہ نہیں بتلایا کہ ان میں سے کون کتنی دولت پیدا کرتا اور کس کا کتنا اس میں حق اور حصّہ ہے اور وہ اس لیے نہیں بتلا سکتا کہ جو بات بنیاد ہی سے غلط و باطل ہو اس کے درمیان صحت اور حق کے تعین کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

غرضیکہ کئی وجوہ ہیں جن کی بنا پر مذکورہ اصولی تصوّر اسلام کی نظر میں غلط اور باطل قرار پاتا ہے بلکہ دیکھا جائے تو دراصل یہی وہ اصولی تصوّر ہے جو اسلام کے معاشی نظام کو بنیادی طور پر سرمایہ دارانہ معاشی نظام سے الگ کر دیتا ہے جس طرح کہ ذرائع پیداوار کی شخصی و انفرادی ملکیت کا تصوّر، اسلامی معاشی نظام کو نظام اشتراکیت سے جُدا کر دیتا ہے اور وہ بنیادی طور پر دو مختلف معاشی نظام بن جاتے ہیں۔

جاننے والے جانتے ہیں کہ نظام سرمایہ داری یعنی کیپٹلیزم کی اساس ہی اس اصول پر قائم ہے کہ محنت اور سرمایہ دونوں مال و دولت کو پیدا کرتے ہیں۔ بلکہ دیکھا جائے تو اسی اصولی تصور کی وجہ سے اس نظام کو نظامِ سرمایہ داری کہا جاتا ہے یعنی سرمایہ کو عاملِ پیداوار ماننے کی وجہ سے ورنہ نفسِ سرمایہ کو تو اشتراکیت بھی مانتی ہے۔ نظام سرمایہ داری میں معاشی حق و عدل اور معاشی ظلم و ناانصافی کے جو اصول و ضوابط اور محنت و سرمائے کے متعلق جو قوانین و قواعد ہیں وہ سب اسی اصولی تصوّر پر مبنی ہیں کہ محنت کی طرح سرمایہ بھی دولت کو پیدا کرتا ہے چنانچہ اسی اصولی تصور کی بنا پر نظام سرمایہ داری میں نفسِ سود کوئی بری چیز نہیں برائی اگر کچھ ہے تو اس کی شرح کمی و بیشی میں ہے یہی وجہ ہے کہ نظام سرمایہ داری کے ماننے والے کبھی یہ بحث نہیں کرتے کہ سُود جائز ہے یا ناجائز بلکہ وہ صرف اسی سے بحث کرتے ہیں کہ کن حالات میں اس کی کتنی فیصد شرح ہونی چاہیئے اور کتنی نہیں ہونی چاہیئے۔ نظام سرمایہ داری کے متعلق یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ وہ

اپنے گوناگوں بُرے اثرات اور تباہ کن نتائج کی وجہ سے دنیا میں کتنا مردود قرار پا چکا ہے خود اس کے ماننے والے اس سے متنفر و بیزار ہو کر اسے خیرباد کہہ رہے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی فکر میں ہیں۔ کیونکہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آچکی ہے کہ اس نظام سے معاشرہ میں غیر فطری اور بھیانک قسم کا معاشی عدم توازن اور نشیب و فراز پیدا ہوتا اور اس سے طرح طرح کی اخلاقی، معاشرتی معاشی، سیاسی اور ثقافتی برائیاں وجود میں آتی ہیں جو معاشرے کو بدامنی و بے چینی کا گہوارہ بنا کر رکھ دیتی ہیں۔ مغرب کے سرمایہ دار معاشرے اس نظام کی برائیوں کو کم کرنے اور ان پر قابو پانے کے لیے مختلف تدابیر اور اصلاحات کا سہارا لے رہے ہیں بڑے بڑے رفاہی ادارے ہیں جو رفاہِ عامہ کے لیے کام کر رہے ہیں۔ سرمایہ داروں سے ان کی کمائی کا بڑا حصّہ بطور ٹیکس لیا جاتا اور حکومت کے خزانہ میں جمع ہوتا اور مختلف اجتماعی مصارف میں خرچ کیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ معاشرے روبہ انحطاط اور مائل بہ زوال ہیں کسی کو چین و سکون نصیب نہیں اور اس کی وجہ اس کے اندر معاشی ظلم و استحصال کا پایہ جانا ہے۔

سطور بالا میں جو بحث کی گئی اس سے یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب کوئی سرمایہ، مال و دولت کو پیدا نہیں کرتا، تو پھر اسلام میں مضاربت اور مزارعت کا جواز کیوں ہے۔؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ پیچھے عرض کیا گیا کہ مضاربت کا جواز بمعنے عدم حرام، اس وجہ سے ہے کہ اس میں سرمائے والے کا سرمایہ کام کرنے والے فریق کے پاس بطور قرض نہیں بلکہ بطور امانت ہوتا ہے اور کاروبار میں نقصانات ہونے کی صورت میں پُورا نقصان سرمایہ والا فریق برداشت کرتا ہے نیز بعض صورتوں میں کام کرنے والا فریق مضاربت کے مال کو اپنی ذاتی ضروریات پر بھی خرچ کر سکتا ہے جو نفع کی صورت میں کام کرنے والے کے نفع سے منہا نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ مضاربت کا جواز اس وجہ سے ہرگز نہیں کہ اسلام سرمائے کی پیدائش دولت کا عامل تسلیم کرتا ہے۔

جہاں تک مضاربت کا تعلق ہے وہ ایک متنازعہ فیہ اور نہایت اختلافی معاملہ ہے لیکن یہاں مختصر طور پر یہ عرض کر دینا کافی ہے کہ آئمہ اربعہ میں سے امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مستقلاً مزارعت کی ہر شکل باطل اور فاسد ہے۔ قاضی ابو یوسف کی کتاب الخراج اور الرد علی سیر الاوزاعی میں امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ جو حضرت امام کی وفات کے تھوڑے عرصہ کے بعد لکھی گئیں۔ جب کہ خود قاضی ابو یوسف مزارعت کے جواز کے قائل ہیں امام مالکؒ کا قول موطا اور مدوّنہ میں اور امام شافعیؒ کا قول کتاب الام میں صراحتہً مذکور ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق متعدد کتابوں میں لکھا ہے کہ ان کے نزدیک مزارعت کی صرف ایک شکل جائز ہے جس میں بیج بھی مالک زمین کی طرف سے ہو اور باقی شکلیں ناجائز ہیں۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مزارعت کی حیثیت اسلام میں کیا ہے پھر جب یہ معاملہ سرے سے جائز ہی نہیں تو اس سے کسی دوسری بات کے جواز کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔

رپورٹ مذکور کے مطالعے سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اس کے مرتبین کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ اسلام بھی سرمائے کو پیدائش دولت کا عامل تسلیم کرتا ہے لہٰذا سرمائے والے کو کاروبار کے منافع سے ضرور حصہ ملنا چاہیئے۔ اس کا کام کرنا ضروری نہیں ہے۔

نشریہ
ریڈیو پاکستان لاہور
۱۰ جون ۱۹۸۱ء
شام ۵ بجے

صفاتِ مومن — سیر چشمی

مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وَ علیٰ آلہٖ واصحبہٖ ومن تبعھم الیٰ یومٍ عظیم۔

امابعد۔ محترم حضرات!

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو اشرف المخلوقات بنایا اور اسے خلیفۃ اللہ فی الارض کی عزّت بخشی تو اس کا سبب یہ ہے کہ انسان کچھ ایسی حدود و ضوابط کا پابند ہے جو اس کی انسانیت کو چار چاند لگاتے اور اسے واقعۃً رشکِ ملائکہ بناتے ہیں اگر وہ ضوابط انسان میں نہ ہوں اور وہ ان حدود سے باغی ہو جائے تو پھر اس میں اور ایک نجس و ناپاک مخلوق میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

وہ خصوصیات و صفات جو ایک انسان کو باقی مخلوقات سے ممتاز کرتی ہیں ان میں بہت سی چیزیں شامل ہیں — لیکن اس سے ایک گل سیٹج ہے جسے ایمان والقان کی سیٹج کہا جاتا ہے اس اسٹیج پر جو پہنچ جاتا ہے — اور یہ پہنچنا محض اللہ تعالیٰ کے کرم اور اس کی دستگیری سے ہوتا ہے۔ تو وہ عقائد و اعمال اور اخلاق و کردار میں ٹھیک ٹھیک ان ضوابط کا پابند ہو جاتا ہے جو ضوابط انسان کی تخلیق کے روز اول سے خالق فطرت نے اس کے لیے مقرر فرما دیئے ہیں — خالقِ کائنات نے روز اوّل ہی میں انسان کو مخاطب کر کے فرما دیا تھا۔

پھر اگر تمہارے پاس میری جانب سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (البقرہ: ۳۸)

اس ہدایت کا سلسلہ روز اوّل سے جو چلا تو حضور ختمی مرتبت قائدنا الاعظم و اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم پر ختم ہو گیا — اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساری کائنات کا ہادی اور بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور آپ کو ایک مکمل دستورُ العمل دے دیا جو رہتی دنیا تک بنی نوعِ انسان کے لیے سرمایۂ نجات ہے۔

اس آخری دستور العمل کا ایک اہم ترین شعبہ "اخلاق" ہے جن کے متعلق کائنات کے سب سے بڑے رہنما نے فرمایا

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

(کہ میں دنیا میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔) اسلام کی عمارت جو کلمہ ایمان کے بعد نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ جیسے چار ستونوں پر قائم ہے اس میں بظاہر یوں نظر آتا ہے کہ "اخلاق حسنہ" کا کوئی خانہ ہی نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے بنیادی مقاصد میں اخلاقی تعلیم کا راز مضمر ہے اور بقول سید سلیمان ندوی:

"اگر ان عبادات سے یہ روحانی اور اخلاقی ثمرہ ظاہر نہ ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ احکام الٰہی کی محض لفظی تعمیل اور عبادت کے جوہر و معنی سے یکسر خالی اور معرّا ہیں، وہ درخت ہیں جن میں پھل نہیں وہ پھول ہیں جن میں خوشبو نہیں وہ قالب ہیں جن میں روح نہیں (سیرت النبی ج ۶)

اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کی نماز اس کو برائی اور بدی سے نہ روکے تو ایسی نماز اس کو خدا سے اور دُور کر دیتی ہے (ابن جریر۔ ابن ابی حاتم)

یہی وجہ ہے کہ علماء نے اخلاق حسنہ اور ایمان کو لازم و ملزوم قرار دیا اور فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ ایمان، دین و مذہب کا اصل الاصول ہے لیکن وہ بہر حال دل کے اندر کی بات ہے جس کو کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ زبان سے ظاہری اقرار ہر شخص

کر سکتا ہے اس لیے اس ایمان کی پہچان اس کے نتائج و آثار یعنی اخلاق حسنہ کو قرار دیا گیا ہے — اس کی دلیل میں سورۂ مومنون کی ابتدائی آیات کو پیش کیا جاتا ہے جن میں عبادات کے ساتھ ساتھ اخلاق کو اہلِ ایمان کی ان ضروری صفات میں گنایا گیا ہے جن میں ان کی کامیابی کا مدار ہے۔ اسی طرح اسلام کی اصطلاح میں انسان کی اس قلبی کیفیت کا نام جو تمام نیکیوں، بھلائیوں اور بہتریوں کا محرک ہے، تقویٰ ہے لیکن جانتے ہو کہ وحی محمدی نے تصریح کر دی کہ تقویٰ والے وہی لوگ ہیں جن کے اوصاف سورۂ بقرہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ اسی طرح سورۂ الفرقان میں اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقبول بندوں کی تعریف اس طرح کی گئی کہ ان میں یہ یہ اخلاق موجود ہوں — اسلام میں اخلاقِ حسنہ کی اس اہمیت کے پیشِ نظر سرور کائنات حضور نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر نماز میں یہ دعا مانگتے۔

واھدنی لاحسن الاخلاق لایھدی لاحسنھا الا انت واصرف عنی سیّاٴھا لایصرف عنی سیّاٴتھا الا انت۔

اے میرے رب تو مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی کر، تیرے سوا کوئی بہتر سے بہتر اخلاق کی راہ نہیں دکھا سکتا اور برے اخلاق کو مجھ سے پھیر دے کہ تیرے بغیر انہیں کوئی پھیر نہیں سکتا۔

اس کے علاوہ آپ نے فرمایا مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔" اور ایک جگہ فرمایا کہ قیامت کی ترازو میں حسنِ خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہوگی۔"

جو اخلاق و صفات انسان کے ماتھے کا جھومر اور اس کا زیور ہیں ان میں ایک "سیر چشمی" بھی ہے جس کا معنیٰ اہلِ لغت کے نزدیک آسودہ اور بے طمع کا ہے اور لغوی اعتبار سے آسودگی نام ہے آرام، چین اور بے فکری کا۔

ایک مسلمان اپنے ایمان و یقین کی بنا پر اپنے خالق و مالک سے اس طرح متعلق ہو جاتا ہے کہ دنیوی اور مادی ہجوم و افکار ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے دامنگیر نہیں ہوتے۔ اس کی فکر کا محور صرف اس کی اخروی زندگی ہوتی ہے جس کے لیے وہ جدوجہد کرتا، بھاگ دوڑ کرتا اور سعی و محنت سے کام لیتا ہے۔ دنیوی معاملات میں اللہ تعالیٰ کی عنایت و کرم سے اسے وہ آسودگی، وہ چین اور اطمینان نصیب ہو جاتا ہے کہ اس کے پیٹ میں کچھ ہو نہ ہو لیکن اس کا چہرہ ایک قانع اور مطمئن انسان کا چہرہ ہوتا ہے — صحابۂ کرام علیہم الرضوان جو ان اعلیٰ اخلاقی قدروں اور صفاتِ عالیہ سے متصف تھے ان کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں ایک لفظ "تَعَفُّف" فرمایا یعنی تمام تر مجبوریوں کے باوجود وہ ایسے قانع اور سیر چشم تھے کہ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اور ان کی اس خوبی کے سبب عام لوگ انہیں "اغنیاء" سمجھتے تھے۔ گویا ایک تو وہ ہیں جن کے پاس مادی نعمتوں اور دنیاوی آسائشوں کی کمی نہیں اور وہ جدید تمدن کی ہر ترقی سے مالا مال ہیں۔ لیکن ان کی زبانیں کلمۂ شکر سے محروم، تو ان کے چہرے اطمینان کی دولت سے عاری، اس کے برعکس ایک وہ ہیں جو کسی طرح مادی نعمتیں نہیں رکھتے لیکن وہ پھر بھی مطمئن مسرور اور قانع و سیر چشم ہیں۔ ایسے کو لوگ بڑا دولت مند سمجھتے ہیں۔

آپ یقین کریں کہ جس شخص کو سیر چشمی کی نعمت نصیب ہو جاتی ہے وہ بڑا سعادت مند اور نیک بخت ہے وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے اور اس دنیا میں بھی بلند اور سرخرو ہو جاتا ہے اسے دل کی بے چینی اور کڑھن کے سخت عذاب سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

ایک عارف نے اس "کیمیا" کے متعلق کتنی صحیح بات فرمائی کہ:

ع اس کیمیائے ہستی قارون کند گدارا

جب آدمی "ھَل مِن مَّزِید" کے عذاب کا شکار ہو جاتا ہے تو بے پناہ خزانے اس کی بھوک نہیں مٹا سکتے اس کا سکھ چین غارت ہو جاتا ہے وہ دنیائے معدہ کے ٹھیکروں اور خزف ریزوں میں اپنے عزیز و اقارب اور اپنی خداداد صلاحیتیں گنوا دیتا ہے لیکن جسے یہ نعمت نصیب ہو جاتی ہے وہ دل کا قارون بن جاتا ہے گو کہ اس کے پاس رہائش کو کچا جھونپڑا نہ ہو، تن ڈھانپنے کو بقدر ضرورت کپڑے نہ ہوں اور پیٹ بھرنے کے لیے بقدر کفاف دانہ جو میسّر نہ ہو۔ لیکن ہوتا وہ سعادتمند

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

حرمت شراب

مولانا محمد اجمل خان صاحب

شراب کے متعلق جناب جسٹس آغا علی حیدر کا اختلاف رائے پڑھ کر انتہائی دکھ اور تعجب ہوا کہ اتنے اہم عہدہ اور منصب پر فائز ہونے کے باوجود شریعت کی صریح خلاف ورزی کی۔ اور اپنے فیصلہ میں یہاں تک لکھ دیا کہ قرآن کریم نے شراب کے لئے لفظ (اجتناب) اختیار کیا ہے۔ اس لفظ کو مکمل ممنوع کے مترادف قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور یہ بھی لکھا کہ محض انگوروں سے تیار کردہ شراب کو مسلمانوں کے لیے ممنوع قرار دیا گیا ہے اور وہ بھی اس حد تک کہ پینے والے پر نشہ طاری ہو جائے۔

اس سلسلہ میں کتاب و سنت اور اجماع اُمت کی روشنی میں مسئلہ مذکورۃ الصدر کی وضاحت ضروری سمجھتے ہوئے چند سطور سپرد قلم کر رہا ہوں۔

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے دو قومی نظریہ کی بنیاد پر پاکستان معرض وجود میں آیا اس کے لیے مسلمانوں نے تن، من دھن سب کچھ قربان کیا اور سر بکف اور کفن بردوش ہو کر اس خطۂ ارض کو حاصل کیا۔ مقصد مال غنیمت اور کشور کشائی نہ تھا بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ اور کتاب و سنت کی بالادستی اور حکمرانی مقصود تھی۔ لیکن عرصہ دراز اور مدت مدید گزرنے کے باوجود بعض حضرات متفقہ اسلامی اصولوں اور قوانین کو دانستہ یا غیر دانستہ طور پر متنازعہ بنا رہے ہیں پچھلے دنوں رجم جیسی حد موضوع سخن بنی رہی اب شراب خانہ خراب جیسے متفقہ مسئلہ کو تختۂ مشق بنایا گیا ہے

ہ وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

کوئی بھی شخص خواہ وہ کسی بھی منصب پر فائز ہو اسے یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ کتاب و سنت کی اجتماعی حیثیت کو نظر انداز کر کے شراب کی حرمت میں شکوک و شبہات پیدا کر کے امت مسلمہ کے عقول و اذہان کو پراگندہ کرے۔ حکومت سے بھی اس بات کا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ کسی بھی ادارہ کو شریعت کی آڑ میں متفقہ، مجمع علیہ اور مخصوص مسائل میں آزادانہ طور پر من مانی کاروائیاں کرنے کی اجازت نہ دے بلکہ سختی سے نوٹس لے کر امت مسلمہ کی پریشانی اور بے چینی کا ازالہ کرے۔

شراب کی حرمت پر آج تک امت مسلمہ کے درمیان کبھی بھی اختلاف نہیں رہا اور اسلام کے دورِ اول سے لے کر آج تک اسلامی سلطنت میں اسی پر عمل ہوتا رہا ہے احادیث کی اہم کتب صحاح ستہ جو اہل سنت کے تمام مکتب فکر علماء کے نزدیک حجت اور مستند کی حیثیت رکھتی ہیں ان میں واضح احادیث موجود ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک زمانہ میں اس بات کا فیصلہ فرما دیا کہ شراب مطلقاً حرام ہے اور یہاں تک ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب پینے والے، پلانے والے، فروخت کرنے والے، خریدنے والے بنانے والے، تیار کرانے والے، اس کے لے جانے والے اور منگوانے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

اِجْتَنِبُوا الْخَمْرَ فَاِنَّھَا اُمُّ الْخَبَائِثِ (نسائی)

شراب سے بچو کیونکہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

ایک اور موقعہ پر فرمایا: شراب تمام بے حیائیوں کی جڑ ہے اور تمام کبیرہ گناہوں سے بڑا گناہ ہے جو پی لیتا ہے وہ بدمست ہو کر اپنی ماں، خالہ اور پھوپھی پر جا پڑتا ہے۔

خمر (شراب)، یہ لفظ اختمار سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی خمیر اٹھنے کے ہیں۔ چونکہ اس میں خمیر اٹھ کر جوش پیدا ہوتا ہے اور جھاگ آنے لگتا ہے اسی لیے اس کا نام خمر ہوا یا یہ لفظ مخامرۃ سے مشتق ہے جس کے معنی چھپا لینے کے ہیں چونکہ یہ عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے اور اس کے پینے سے عقل زائل ہو جاتی ہے

اور عقل ہی گناہوں سے روکتی ہے جب عقل ہی جاتی رہی تو پھر معاصی کا کیا ٹھکانا۔ بایں وجہ اس کو خمر سے موسوم کیا گیا ہے باقی شراب کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ اس کا اطلاق صرف انگوری شراب ہی پر ہوتا ہے اور کسی پر نہیں یہ دعوٰے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تعامل اور خود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ کے خلاف ہے کیونکہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرامؓ نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے، خم خانے میخانے برباد کر دیئے۔ مدینہ منورہ کی گلی کوچوں میں شراب پانی کی طرح بہتی پھرتی تھی، سارا عرب اس گندی، پلید شراب کو چھوڑ کر معرفت ربانی اور محبت و اطاعت نبوی کی شراب طہور سے مخمور ہو گیا اور ام الخبائث کے مقابلہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جہاد ایسا کامیاب ہوا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

صحابہ کرامؓ صاحب زبان تھے۔ انہی کی زبان میں قرآن نازل ہوا انہوں نے یہی سمجھا کہ ہر نشہ آور مشروب سے بچنے کا حکم ہوا ہے اس زمانہ میں انگور، کھجور، شہد، گندم اور جو سے شراب تیار کی جاتی تھی۔ ان حضرات نے انگوری اور غیر انگوری میں کوئی تفریق نہیں کی بلکہ ہر نشہ آور شراب کو پھینک دیا۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نشہ آور شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے ایک صحابی دیلم الحمیری کا بیان ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم لوگ ایک سرد علاقہ کے رہنے والے ہیں جہاں ہمیں سخت محنت کے کام کرنے پڑتے ہیں وہاں سردی کی شدت اور محنت شاقہ سے نمٹنے کے لیے شراب ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں گندم سے شراب تیار کی جاتی ہے اور ہم لوگ اسے پیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر دریافت فرمایا کہ وہ شراب نشہ آور ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں: نشہ آور ہوتی ہے آپ نے فرمایا پھر اس سے اجتناب کرو۔ حضرت دیلم کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ وہ لوگ تو شراب نہیں چھوڑیں گے آپ نے فرمایا اگر وہ شراب کو نہ چھوڑیں تو ان سے قتال کرو۔ (ابو داؤد)

جسٹس صاحب کا یہ کہنا کہ انگوری شراب کی حرمت بھی اس حد تک پینے پر ہے جس سے پینے والے پر نشہ طاری ہو جائے یہ مقولہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کی صریح خلاف ورزی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے۔

مَا اَسْکَرَ کَثِیْرُہٗ فَقَلِیْلُہٗ حَرَامٌ۔

(جس چیز کا کثیر حصہ نشہ پیدا کرے اس کا قلیل حصہ بھی حرام ہے۔)

اگر قرآن مجید کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو سورۂ نساء کی آیت ۴۳۔ اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شراب کی حرمت کی اصل وجہ اور علت نشہ کا پایا جانا ہے اسی وجہ سے ہر نشہ آور چیز کا حکم یہی ہوگا۔ خواہ شراب انگوری ہو یا غیر انگوری، مقدار کثیر ہو یا قلیل بہرحال حرام ہے۔

تفسیر روح المعانی نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے تحریم خمر کا حکم آجانے کے بعد فرمایا۔ اگر شراب کا ایک قطرہ کسی کنوئیں میں گر جائے پھر اسی جگہ مینارہ بنا کر مجھ کو آذان دینے کے لیے بلایا جائے میں ہرگز آذان نہیں دوں گا۔ کیونکہ اس کی بنیاد میں شراب کی بوند ہے۔ مزید فرمایا اگر قطرہ شراب کسی دریا میں پڑ جائے پانی خشک ہو جانے کے بعد وہاں سبزہ اُگ آئے تو میں وہاں اپنے جانوروں کو چرانے کے لیے قطعاً آمادہ نہیں ہوں گا۔ صاحبِ روح المعانی ان سطور کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

ھٰذا ھو الایمان والتقیٰ حقًا

(یہ ہے حقیقی ایمان اور اصلی تقویٰ)

فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب الشربۃ میں ہے کہ علامہ ابوبکر جصاص رازی نے احکام القرآن میں بیان کیا ہے۔ شراب اور جوئے کی حرمت کو قرآن مجید نے سورۂ مائدہ کی دو آیتوں میں متعدد طریقوں سے واضح طور پر بیان کر دیا ہے مثلاً شراب اور جوئے کا تذکرہ اَلْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ یعنی بتوں اور فال کھولنے کے تیروں کے ساتھ جوڑ کر دیا ہے تاکہ سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں کہ شراب اور جوئے کا معاملہ ایسا سخت جرم ہے جیسا کہ بت پرستی، حدیث کی مشہور کتاب ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: شَارِبُ الْخَمْرِ کَعَابِدِ الْوَثَنِ (یعنی شراب پینے والا ایسا مجرم ہے جیسے بُت کو پوجنے والا)

پھر قرآن مجید نے اِن کو رِجْسٌ کہا ہے اس کے معنی ناپاک اور گندی چیز۔ اس لفظ سے بھی شراب کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نے سورۃ انعام کی آیت نمبر ۱۴۵ میں مردار، بہتا خون اور خنزیر کے گوشت جن کی حرمت میں کسی سلمان کو کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ان کے متعلق ارشاد فرمایا (فانہ رجسٌ) یہ تینوں چیزیں ناپاک اور گندی ہیں۔ بعض مفسرین نے فانّہ کی ضمیر کا مرجع خنزیر کو قرار دیا ہے۔ یعنی یہ خنزیر بالکل گندہ اور پلید ہے اسی لیے اس کے گوشت کے علاوہ بھی اس کے تمام اجزاء مثلاً کھال چربی وغیرہ ناپاک اور حرام ہیں۔ ان سے کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں۔ کیونکہ خنزیر نجس العین ہے۔ قرآن کریم نے سورۃ انعام میں رِجْسٌ ایسی چیز کو کہا ہے جس کے حرام ہونے میں ساری امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ یعنی خنزیر کے گوشت کی حرمت میں کسی کلمہ پڑھنے والے مسلمان کو کلام نہیں اور نہ ہی اس بارہ میں اشتباہ و التباس ہے یہی لفظ یعنی رِجْسٌ قرآن مجید نے سورہ مائدہ میں شراب کے لیے بھی استعمال کیا ہے بلکہ اس کی حرمت، قباحت و شناعت میں شدت پیدا کرنے کے لیے مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فرمایا یعنی یہ شیطانی کام ہے۔ ایسی اس صراحت اور وضاحت کے بعد شراب کی حرمت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

قرآن مجید نے شراب وغیرہ سے اجتناب کا حکم دیا اس لفظ اجتناب سے بھی حرمت واضح طور پر ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ سورہ الحج آیت نمبر ۳۰ میں فرمایا فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ یعنی بتوں کی نجاست اور گندگی سے بچو۔ اس آیت میں بھی لفظ اجتناب کو اختیار کرتے ہوئے مسلمانوں کو حکم دیا کہ یہ بت جن کو مشرک لوگوں نے اپنا معبود بنایا ہوا ہے یہ سراسر نجاست اور غلاظت ہیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو۔

قرآن مجید نے بت پرستی سے ممانعت کے لیے لفظ اجتناب استعمال کیا ہے جو شراب کے لیے بھی کیا گیا ہے۔ اب یہ امر قابل دریافت ہے کہ یہاں بھی وہی تاویل اور تعبیر اختیار کی جائے گی کہ لفظ اجتناب کو مکمل ممنوع کے مترادف قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حالانکہ بت پرستی کسی کے لیے کسی بھی حال میں درست نہیں بلکہ مطلقاً حرام ہے ناقابل معافی جرم ہے۔

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ

شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

بقیہ: صفاتِ مومن

ہے۔ اسے مسلم کی ایک روایت کے مطابق سرور کائنات "علیہ السلام" کامیاب انسان قرار دیتے ہیں۔ اور اسے دل کا غنی بتلاتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے محبوب ترین صحابی حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مال زیادہ ہونے کا نام تونگری ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ عرفِ عام میں تو ایسا ہی سمجھا جاتا ہے۔ یہ سوال وجواب تین مرتبہ ہوئے پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

الغنیٰ فی القلب والفقر فی القلب

یاد رکھو اعلیٰ دولت بندوں کے اندر ہوتی ہے اور اعلیٰ محتاجی اور فقیری بھی دل ہی میں ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے آپ نے حرص وطمع سے بچنے کی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ پہلی قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں انہوں نے حرص کو اپنایا اور حرص نے انہیں بخل کرنے کی ترغیب دی پھر اس سے حقوق قرابت کی پامالی کا شجر خبیثہ پھوٹا اور اس کی انتہا بدکاری پر ہوئی آپ نے اندازہ فرمایا کہ بات کہاں سے چلی اور کہاں پہنچی۔ اگر آدمی قناعت سیر چشمی، استغناء، توکل اور ایسے ہی صفات عالیہ سے متصف ہو جائے تو وہ دنیا میں دیوں قسم کے گناہوں سے بچ جاتا ہے اور مآل کار اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے۔ لیکن وہ حرص وطمع کا شکار ہو جائے تو پھر وہ چاہے شیطان کی طرح رکھے آنتیں خوراک سے بھر لے لیکن اس کی آنکھیں حلال وحرام کو تاڑتی رہیں اور وہ شخص ایسی بربادی کا شکار ہوتا ہے کہ الامان۔ اس لیے ضرورت ہے کہ سیر چشمی سمیت تمام اخلاق عالیہ اور صفات حسنہ کے حصول کی جدوجہد کرے اللہ تعالیٰ کا ...ب اور اس کی رضا کا طالب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

بہنوں کا صفحہ

شگفتہ یاسمین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

اللہ تعالیٰ نے انہیں مافوق العادت، استعداد وقابلیت عطا کی تھی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قدرتی طور پر جو فضیلت حاصل تھی وہ ازواج مطہرات میں سے کسی اور کو باوجود زیادتی سن و سال حاصل نہ تھی اور یہی وجہ ہے کہ جس قدر احکام ومسائل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں کسی اور بیوی سے اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملتا اور یہی وجہ ہے کہ تمام دنیائے اسلام آپ کے فضل وکمال کی معترف ہے۔ "استیعاب" میں عطاء رحمۃ اللہ علیہ بن رباح ایسے جلیل القدر بزرگ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں سمجھدار اور خوبیوں والی اور عام طور پر نہایت پختہ رائے رکھنے والی تھیں اسی کتاب میں امام ابو الضحیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے جلیل القدر اصحاب کو دیکھا کہ وہ حضرتِ عائشہ سے فرائض (میراث) کے مسائل دریافت کرتے تھے۔ ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میرے والد مکرم فرمایا کرتے تھے "میں نے کسی کا حضرت عائشہ سے زیادہ علم نہیں پایا۔ فقہ، طب شعر ان میں سے ایک میں بھی کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا۔

امام زہری رضی اللہ عنہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات سے بہترین واقفیت رکھنے والے اور علم حدیث اور فقہ کے مسلم استاذ ہیں، آپ کا بیان ہے "اگر حضرت عائشہ کا علم ایک پلڑے میں رکھا جائے اور تمام ازواج مطہرات اور دیگر عورتوں کا دوسرے پلڑے میں تو پھر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے علم کا پلڑا بھاری رہے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کی طرف سے ایسی مافوق العادت استعداد وقابلیت ودیعت کی گئی کہ عرب کیا ساری دنیا کی عورتیں اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتیں۔

حضرت ابوبردہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں

ما اشکل علینا امر فسألنا عنه عائشة الا وجدنا عندها فيه علمًا۔

یعنی مشکل سے مشکل مسئلہ بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا جاتا تو اس کے متعلق بھی علم کا خزانہ ان کے پاس موجود نظر آتا تھا وہ ازواجِ مطہرات جو آپ سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے مستفیض ہو رہی تھیں اور ان میں سے اکثر اعیان قریش اور صنادید عرب ہی سے ان کا تعلق بھی تھا اور ان میں ہر ایک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بھی آپ سے کہیں زیادہ حاصل کی تھی مگر پھر بھی جو فضل وکمال اس کمسنی میں پایا گیا وہ کسی اور دیرینہ سال میں نظر تک نہ آیا۔ ایسی صورت میں جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلے ہی آپ کو فضل وکمال کے بے انتہا محاسن سے نوازا تھا اور نکاح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے وہ علم وفضل کے چشمے جاری ہوئے کہ اس وقت سے لے کر آج تک کے تمام اہلِ اسلام بغیر اس کے تشنہ کام نظر آتے ہیں۔

المختصر یہ کہ بہنوں کو سیرتِ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ تاکہ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست فیض یافتہ حضرات کی خدمات سے بہرہ ور ہو کر دین اسلام کے لیے نیک فال ثابت ہو سکیں۔

مرتب: ظہیر میر

شب و روز

۱۱ر جون بروز جمعرات مطابق ۸ر شعبان بعد از نماز مغرب حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم نے حسب معمول شب جمعہ میں شرکت فرمائی۔ ذکر کے بعد حضرت اقدس نے خطاب فرمایا۔ اس دفعہ بھی دور دراز سے لوگ حضرت اقدس سے ملنے اور مجلسِ ذکر میں شرکت کے لیے آئے تھے۔ پشاور سے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قاسمی اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ قاسمی صاحب کا شمار حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے آخری دور کے تلامذہ اور متوسلین میں ہوتا ہے۔ موصوف پشاور میں تبلیغی خدمات انجام دے رہے ہیں اور کبھی کبھار تشریف لاتے رہتے ہیں۔ اس دفعہ منگل کو تشریف لائے اور جمعہ کی شام کو واپسی ہوئی۔ اس دوران انہوں نے حضرت اقدس سے خصوصی ملاقات کی اور مختلف مسائل پر تبادلہ خیالات کیا۔ اللہ والوں سے عقیدت بھی ایک نعمت ہے۔ مولانا قاسمی اس گرمی میں اپنے معصوم سے بچے کو دعا اور زیارت کے لیے ساتھ لائے تھے کہتے ہیں بچے کے دماغ پر پہلا نقش آخری ثابت ہوتا ہے اور ارشاد نبوی ہے: خیر الاشغال تربیت الاطفال۔

۱۲ر جون بروز جمعۃ المبارک حضرت اقدس نے نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ جمعہ بھی دیا۔ نماز جمعہ کے بعد مختلف حضرات نے حضرت اقدس سے ملاقات کی اور اپنے اپنے مسائل بیان کرکے رہنمائی حاصل کی۔

۱۳ر جون، بروز ہفتہ بعد از نماز مغرب مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ میں انجمن خدام الدین کی انتظامی کمیٹی کی میٹنگ منعقد ہوئی۔ انجمن کے امیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم نے اس اجلاس کی صدارت فرمانا تھی لیکن اچانک ناسازیٔ طبع کی بنا پر حضرت اقدس اس اجلاس میں شرکت نہ فرما سکے۔ مجلس منتظمہ کی اس میٹنگ میں جناب میاں محمد اجمل قادری جناب میاں محمد صادق صاحب اور جناب بشیر احمد چوہان صاحب نے شرکت فرمائی۔ میٹنگ میں نہایت اہم مسائل زیر غور آئے اور انجمن سے متعلق اہم فیصلے کیے گئے۔

مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں قطب الاقطاب حضرت لاہوریؒ کے دور سے ایک عظیم الشان لائبریری موجود ہے اس میں ہزاروں قیمتی کتابیں اور نایاب نسخے موجود ہیں۔ بعض قیمتی قلمی مسودے اور قیمتی دستی خطوط بھی یہاں موجود ہیں۔ حضرت اقدس کے بڑے صاحبزادے خدام الدین کا ایک خصوصی نمبر "مکاتیب خاص نمبر" تشکیل دینے میں مصروف ہیں وہ اسی نمبر کے سلسلہ میں جہاں ملک کے کونے کونے سے نادر اور نایاب خطوط اور معلومات حاصل کرنے میں مصروف ہیں۔ وہاں انہوں نے ۱۴ر جون بروز اتوار سارا دن اور رات مدرسہ قاسم العلوم کی اس عظیم الشان لائبریری میں گزارا۔ لائبریری کی تمام کتابیں نکلوائی گئیں انہیں صاف کرنے اور ترتیب دینے کے بعد ایک نظم لائبریری میں سجایا گیا ہے لائبریری سے نہایت قیمتی اور نایاب مسودات کی تلاش میں جناب میاں صاحب کامیاب ہو گئے ہیں ان کی محنت سے حضرت مولانا تاج محمد امروٹی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مدنیؒ کے ذاتی خطوط بھی جو حضرت لاہوریؒ کی طرف لکھے گئے مل گئے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز "مکاتیب خاص نمبر" میں یہ ساری چیزیں شائع کی جائیں گی۔ درحقیقت لائبریریاں علم کے خزانے ہیں اور مدرسہ قاسم العلوم کی لائبریری تو چند ایک قیمتی لائبریریوں میں شمار ہوتی ہے۔ تمام کتابوں کو از سر نو باقاعدہ ایک نظم کے تحت ترتیب دیا گیا ہے اور استاذ العلماء حضرت مولانا حمید الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی کی خدمات لائبریری کے لیے حاصل کی گئی ہیں۔ وہ باقاعدہ طور پر

اپنی اپنی روش پہ نیک رہو!
موجوں کی طرح رہو مگر ایک رہو!

لائبریری کے انچارج ہوں گے۔ ان کے تقویٰ خلوص اور محنت سے یہ قیمتی خزانہ اپنا رنگ ضرور دکھائے گا اور یہ لائبریری انشاء اللہ علم کے پیاسوں کے لیے حوض کوثر کا کام دے گی۔

۱۴۔ ۱۵ر شعبان المعظم یعنی شب برات کے سلسلہ میں خاصے لوگوں کی آمد و رفت جاری ہے۔ لوگ یہاں پر معلومات اور ضروری مسائل کے سلسلہ میں آتے رہتے ہیں اور حضرت اقدس اور استاد محترم حضرت مولانا حمید الرحمٰن صاحب سے اپنے مسائل کا حل دریافت کرکے مسرور و مطمئن ہوتے ہیں

۲۲ر سے ۲۶ر جون تک ایران کے مرکزی دارالحکومت تہران میں پانچ روزہ بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں دنیا بھر سے دانشور، سیاستدان اور مدبرین شرکت کر رہے ہیں۔ حکومت ایران کے سفیر متعینہ اسلام آباد عزتمآب جناب گنج دوست محمد صاحب کی طرف سے انجمن کے امیر حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور کو اس کانفرنس میں شرکت کا دعوت نامہ موصول ہوا۔ حضرت اقدس نے بوجہ علالت اس کانفرنس میں شرکت سے معذوری ظاہر فرما دی ہے چنانچہ بذریعہ ٹیلیکس ایرانی سفیر اور حکومتِ ایران کا حضرت اقدس کی طرف سے شکریہ ادا کیا گیا اور حضرت کی طرف سے معذرت کی گئی۔ علاوہ ازیں میاں محمد اجمل قادری صاحب اور انجمن خدام الدین کی جنرل کونسل کے ممبر جناب میاں محمد عارف صاحب ایڈووکیٹ بنفس نفیس لاہور میں واقع ایرانی قونصل خانہ تشریف لے گئے وہاں انہوں نے لاہور میں متعین ایرانی قونصلر جناب اردغان سے ملاقات کی حضرت اقدس کی طرف سے شکریہ اور نیک تمناؤں کا پیغام پہنچایا اور کانفرنس میں شرکت سے معذوری ظاہر کی۔

گذشتہ روز حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب فاضل رشیدی حضرت اقدس سے ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ مولانا موصوف حال ہی میں عمرہ ادا کرکے آئے ہیں۔ ۱۴ر جون اتوار کو بعد از نماز عشاء پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس کی جامع مسجد میں انہوں نے ایک تقریب سے خطاب کیا۔ وہ اتوار کی صبح کو ہی مدرسہ قاسم العلوم میں تشریف لے آئے اور دوپہر یہیں گذری۔ تناول ماحضر میں حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب اور میاں محمد اجمل قادری صاحب بھی ان کے ساتھ شریک ہوئے اور دوسرے مسائل کے علاوہ جماعتی سلسلہ پر بھی گفتگو ہوئی حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی اسلاف کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔ یہ سادہ منش بزرگ علم اور عمل کی منہ بولتی تصویر ہے۔ بزرگی کے باوجود بھی ان کی شخصیت سراپا ادب ہے۔ کھانے کے دوران ان سے گفتگو ہوتی رہی حضرت اقدس کے بارے میں جب بھی کوئی بات آئی انہوں نے اس ادب و احترام اور چاہت سے نام لیا کہ جس کا الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے خدا انہیں دیر تک سلامت رکھے۔ آمین۔

۱۶ر جون بروز منگل دوپہر کے کھانے پر حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم کے ایک پرانے خدمت گار جناب محمد اشرف صاحب آف گوجرانوالہ مدعو تھے۔ جناب اشرف صاحب گذشتہ تین سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔ انہیں کافی عرصہ تک حضرت اقدس کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ دوپہر کے کھانے میں میاں محمد صادق صاحب ناظم مالیات، انجمن خدام الدین، جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔ جناب صاحبزادگان میاں محمد اجمل قادری صاحب اور جناب میاں محمد اکمل صاحب نے میزبانی کے فرائض انجام دیئے

انجمن سے متعلقہ امور پر تبادلہ خیال بھی کیا گیا۔ انجمن خدام الدین کی جنرل کونسل، (مجلس عاملہ) کا اجلاس ۲۱ر شعبان المعظم بمطابق ۲۴ر جون بروز بدھ منعقد ہونے والا ہے اس اجلاس کے مدعوئین کی فہرست کو حتمی شکل دی گئی اور اجلاس سے متعلق ایجنڈے پر بھی تبادلہ خیال ہوا۔

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے اس سلسلہ میں یہاں لوگوں کی آمد و رفت اور چہل پہل میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا ہے چھوٹی مسجد اور ملحقہ جگہوں پر باقاعدہ

(باقی صفحہ ۴۲ پر)

مشاہیر اسلام

بسلسلہ مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ

قسط نمبر ۱۱ — تحریر: حافظ خالد محمود ایم اے

مولانا فضل الرحمٰن عثمانی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ والد گرامی کا نام مراد بخش تھا۔ مولانا فضل الرحمٰن، مولانا ذوالفقار علی کے خالہ زاد اور عم زاد بھائی تھے۔ دونوں نے دلّی کالج میں مولانا مملوک علی سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ دونوں حضرات محکمہ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر کے عہدہ پر متمکن رہے" دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں دونوں حضرات کا نام شامل ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن ۱۲۸۳ھ سے ۱۳۲۳ھ تک دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے[1]

[1] مختصر تاریخ دیوبند از مولانا محمد طیب بحوالہ بیس بڑے مسلمان (مکتبہ رشیدیہ لاہور ۱۹۶۹ء) صد۲۷ و تاریخ دیوبند از محبوب رضوی (ادارہ تاریخ دیوبند ۱۹۵۲ء، ص۱۲۵)، یہ ہیں ان دونوں حضرات کے تعلقات کی کڑیاں۔

حالاتِ زندگی

مولانا فضل الرحمان کی وفات سے متعلق رو داد دارالعلوم دیوبند ۱۳۲۴ھ مطبوعہ مجتبائی ۱۹۰۷ء میں مندرجہ ذیل نوٹ لکھا گیا۔

تذکرہ اجمالی حالات وحید زمان یکتائے دوراں سراپا فضل و کمال جناب مولانا مولوی فضل الرحمٰن صاحب دیوبندی رکن قدیم و مربی مدرسہ عربیہ اسلامیہ دیوبند" جناب مولانا مولوی فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی ان مقدس ارکان مدرسہ میں سے ہیں کہ جو چند باخبر حضرات بنیاد مدرسہ میں شریک تھے اور جن متبرک ہاتھوں سے مدرسہ کی ابتداء ہوئی تھی۔ مولانا کی تمام عمر مدرسہ کی ہر طرح کی خدمت میں گذری اور خبر گیری اور جان نثاری و خیر خواہی میں گذری۔ اور ہر حالت میں جدوجہد، سعی و جانفشانی کے ساتھ مدرسہ کے تمام معاملات اور تدابیر میں بدل و جاں سرگرداں رہے۔ امور متعلقہ مدرسہ میں ہمیشہ احتیاط و دیانت داری، راست بازی و انجام بینی سے کام لیا۔

مدرسہ دہلی میں حضرت استاذ العلماء و شیخ الفضلا جناب مولانا مولوی مملوک علی قدس سرہٗ و مدفیضہٗ کی خدمت میں کسب علوم کیا۔ علم و ادب میں خاص ملکہ تھا۔ فارسی نہایت پاکیزہ و متین ہوتی تھی۔ تاریخ گوئی میں اس زمانہ میں ایسا ملکہ دیکھا نہیں گیا۔ آپ کی نظم و نثر کا عمدہ مجموعہ مرتب موجود ہے۔ زمانہ دراز تک مختلف اضلاع میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے۔ حکام وغیرہ کی نظروں میں معتمد علیہ اور معزز رہے۔ آپ ایک عرصہ سے پنشن پاتے تھے۔

ابتدائے عمر میں ایک بزرگ سے بیعت کی تھی مگر بعد میں حضرت مرشد عالم مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ تجدید کی نوبت آئی حضرت مولانا ان کے کمال اور اخلاق بالخصوص مدرسہ کی حسن خدمت سے بہت مسرور تھے۔

بانی مدرسہ حضرت مولانا قاسم العلوم والخیرات رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نہایت اخلاص و اتحاد تھا معاملہ فہم، مدبر و منتظم خلیق و شفیق علیم و سلیم الطبع ظریف و راست کردار تھے۔ ایسا جامع کمالات اس زمانہ میں نظر آنا اور مدرسہ کو ایسا مربی اب میسر ہونا قدرت بشریٰ سے بیشک خارج ہے۔ افسوس کہ اس اسلامی مدرسہ کو بیالیس سال کے بعد ایسے شفیق کی مفارقت کا داغ اس وقت میں پہنچا کہ جب اس کے مقدس بانیوں میں سے صرف اسی مربی شفیق کا دست شفقت اس کے سر پر باقی رہ گیا تھا فللّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیٔ عندہٗ بمقدار۔

وصال

جناب مولانا مولوی فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ممبر قدیم مدرسہ نے، ایک سال اور چند ماہ بیمار رہ کر ۳ر جمادی اوّل ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء کو انتقال فرمایا اور یہ اسلامی مدرسہ اپنے سلف صالحین سے آج بالکل خالی رہ گیا اور مربیان قدیم جنہوں نے اپنی خالص نیت اور مبارک ہاتھوں سے اس مدرسہ کی بنیاد قائم فرمائی تھی۔ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔" (روئیداد دارالعلوم دیوبند ۱۳۲۴ھ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۰۷ء)

اولاد

مولانا حبیب الرحمٰن، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن، مولانا مطلوب الرحمٰن قاری محمد طیب سوانح قاسمی کے حاشیہ میں لکھتے ہیں[2] (سوانح قاسمی از مناظر احسن گیلانی (ادارہ دارالعلوم دیوبند ۱۳۷۵ھ جلد۲ ص۲۶۰)

"مولانا فضل الرحمٰن کی براہ راست اولاد میں حضرت اقدس مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہم اللہ تعالیٰ اپنے اپنے وقت میں علم و دین کے افق پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ اسی نسل میں مولانا مطلوب الرحمٰن صاحب مدفیوضہم جو ان ہی مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے صاحبزادے ہیں مسلمانوں کی دینی اور روحانی تربیت جس وسیع پیمانے پر کر رہے ہیں یقیناً اس کو بھی دارالعلوم ہی کے فیض و برکات میں شمار کرنا چاہیئے۔"

مولانا محمد مظہر نانوتویؒ

مولانا محمد مظہر نانوتوی اور مولانا محمد احسن نانوتوی دونوں حقیقی بھائی اور مولانا مملوک علی کے قریبی عزیز تھے۔ ہر دو نے تحصیل علم حضرت مولانا مملوک علی و مفتی صدرالدین آزردہ سے دہلی میں کی۔ مولانا ذوالفقار علی اور مولانا فضل الرحمٰن بھی مولانا مملوک علی کے شاگردوں میں تھے اور ان دو حضرات سے مولانا محمد احسن کے خاص تعلقات تھے بلکہ جب مرض الموت میں مولانا محمد احسن دہلی سے واپس ہوئے تو دیوبند میں مولوی ذوالفقار علی نے ٹھہرایا اور دیوبند ہی میں مولانا محمد احسن کا انتقال ہوا۔ اس زمانہ میں مولانا محمد احسن کے چھوٹے بھائی مولانا محمد منیر نانوتوی، دیوبند میں بحیثیت مہتمم دارالعلوم مقیم تھے[3] (مولانا محمد احسن نانوتوی از محمد ایوب قادری (مکتبہ عثمانیہ کراچی بار اوّل ۱۹۶۶ء ص۲۴، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۷) یہ تھیں ان حضرات کے تعلقات کی کڑیاں۔

حالاتِ زندگی

مولانا محمد احسن نانوتوی کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔ ۱۸۲۳ء میں نانوتہ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم و حفظِ قرآن اپنے والد حافظ لطف علی سے کیا۔ دہلی کالج میں مولانا مملوک علی سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ حدیث کی سند شاہ محمد اسحٰق سے حاصل کی۔ مفتی صدرالدین اور مولانا رشید الدین سے بھی استفادہ علمی فرمایا۔

تحصیل علم کے بعد اجمیر کالج میں ملازم ہوگئے۔ وہاں سے آگرہ تبدیل ہو گئے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مردانہ وار حصہ لیا جہاد میں پاؤں پر گولی بھی لگی تھی۔ جہاد شاملی کے بعد تمام شرکاء مصائب و آلام میں مبتلا رہے۔ مولانا بھی روپوش ہوگئے تھے۔ جب عام معافی کا اعلان ہوا تو ظاہر ہوئے۔ سرکاری ملازمت سے قطع تعلق ہوگیا۔ گھر پر طلباء کو درس دینا شروع کر دیا۔

رجب ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۶ء میں سہارنپور میں ایک مدرسہ جاری ہوا اس میں شوال ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۷ء میں شیخ الحدیث اور صدر مدرس مقرر ہوئے۔ مدرسہ کی نئی تعمیر ہونے کے بعد مدرسہ کا نام "مظاہر العلوم" آپ ہی کے نام کی مناسبت سے رکھا گیا۔ اس مدرسہ نے ملک و ملت کی گراں قدر خدمت سرانجام دی ہیں۔ مولانا احمد علی سہارنپوری جیسے محدث اس ادارہ سے وابستہ رہے ہیں۔ اس ادارہ کا تعلق دارالعلوم دیوبند سے بہت گہرا تھا آج کل اس کے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ہیں۔

مولانا محمد مظہر نانوتوی نے پہلا حج ۱۲۷۷ھ میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ہمراہ کیا۔ دوسرا حج ۱۲۹۵ھ میں کیا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت تھے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی سے بڑے گہرے مراسم تھے۔

مولانا محمد مظہر حدیث و فقہ میں بڑا ادراک رکھتے تھے۔ نہایت متقی پرہیزگار، منکسر المزاج اور نیک نفس بزرگ تھے۔

انتقال

۱۳۰۲ھ میں سہارنپور میں انتقال فرما گئے آپ کی وفات پر سرسید احمد خاں نے ایک شذرہ لکھا ہے جو یہاں نقل کیا جاتا ہے[4] (علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ، علی گڑھ ص۱۱۴۲ مورخہ ۱۰ر اکتوبر ۱۸۸۵ء)

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

بقیہ: شب و روز

سفیدیاں اور رنگ کروائے گئے ہیں۔ ادھر مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں باقاعدہ دورۂ تفسیر شروع ہو چکا ہے۔ استاذ العلماء حضرت مولانا حمید الرحمٰن صاحب اس سلسلہ میں حضرت اقدس کی معاونت فرماتے ہیں حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم ۱۷ر شعبان المعظم سے باقاعدہ طور پر پڑھانا شروع کریں گے رمضان المبارک میں حضرت اقدس ساری رات طلباء کو پڑھاتے ہیں۔ ان دنوں متعلر ویدنی ہوتا ہے۔ حضرت اقدس نماز تراویح کے بعد پڑھانا شروع کرتے ہیں۔ اور سحری تک یہ نشست چلتی رہتی ہے درمیان میں چائے کے کئی دور ہوتے ہیں رمضان المبارک دراصل اللہ کی رحمتوں کو لوٹنے کا مہینہ ہے اور یہاں ابھی سے رمضان مبارک کی تیاریاں بتلاتی ہیں کہ ابھی بھی دنیا میں ایسے موجود ہیں جو آپ کے دین کے احیاء کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

دورۂ تفسیر کے سلسلہ میں ملک کے چند ایک نامور علماء بھی تشریف لاتے ہیں اور مختلف موضوعات پر طلباء کو لیکچر دیتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں حضرت مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی تشریف لائے انہوں نے مرزائیت کے موضوع پر دو دن تک مختلف نشستوں میں لیکچر دیئے۔ کچھ دنوں تک مولانا عبدالرحیم صاحب اشعر بھی تشریف لانے والے ہیں۔ وہ بھی بعض قرآنی عنوانات پر لیکچر دیں گے۔

ادھر انجمن خدام الدین کے جنرل کونسل کے اجلاس کی تیاریاں زوروں پر ہیں اس اجلاس میں پاکستان بھر سے انجمن خدام الدین کی جنرل کونسل کے ممبران شرکت کریں گے۔ ابھی کل ٹیلیفون پر کراچی سے انجمن خدام الدین کراچی کے سرپرست جناب الحاج محمد یوسف صاحب کے صاحبزادے جناب سرفراز صاحب نے میاں محمد اجمل قادری صاحب سے بات کی وہ کراچی سے ایک وفد کے ہمراہ جنرل کونسل کے اجلاس میں شرکت کریں گے۔

مدرسۃ البنات میں پڑھائی بھی آج کل زوروں پر ہے۔ ۲۹ر شعبان کو مدرسہ باقاعدہ طور پر رمضان اور گرمیوں کی چھٹیوں کے لیے بند کر دیا جائے گا۔ اس لیے آج کل مدرسہ کے اساتذہ کرام طالبات کو پڑھانے میں خاصی مصروف ہیں۔ ادھر رمضان المبارک کی آمد کی وجہ سے بھی یہاں معمولات میں خاصا فرق دکھائی دیتا ہے اور خدا کی رحمتوں کا نزول یہاں واضح نظر آتا ہے۔ طالبات اور اساتذہ کرام میں معمول سے زیادہ جوش و خروش ہے اور رمضان المبارک کے سلسلہ میں تیاریاں زوروں پر ہیں۔

بقیہ: سلسلہ مولانا ذوالفقار علیؒ

"مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم: افسوس ہے کہ مولوی محمد مظہر صاحب نے جو عربی مدرسہ سہارنپور میں مدرس تھے اور ان ہی کی ذات بابرکات سے اس مدرسہ کو عزت اور رونق تھی۔ بروز شنبہ ۳ر اکتوبر ۱۸۸۵ء کو انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، مولوی صاحب ممدوح بہت بڑے عالم تھے جس زمانہ میں دہلی میں طالب علم تھے اسی زمانہ میں ان کی ذہانت مشہور تھی تقویٰ و ورع میں بھی نہایت اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔ بیس برس سے انہوں نے اپنے ہم قوموں کو علوم دینی کی فیض رسانی پر کمر ہمت چست باندھی تھی اور عربی مدرسہ سہارنپور میں پاشکستہ ہوکر بیٹھ گئے تھے۔ آمدنی مدرسہ سے صرف پچیس روپے ماہوار بقدر گزر اوقات لیتے تھے اور علوم کی تعلیم میں مصروف تھے۔ بہت لوگ ان سے فیض یاب ہوئے مگر افسوس ہے کہ اجل نے لوگوں کو اس فیض سے محروم کر دیا۔"

(ملخص از مولانا محمد احسن نانوتوی از محمد ایوب قادری (مکتبہ عثمانیہ کراچی بار اول ۱۹۶۶ء، صفحہ ۱۵، ۱۵۷-۱۵۷ و۔ انوار قاسمی از پروفیسر انوار الحسن۔ (ادارہ سعدیہ مجددیہ لاہور ۱۹۶۹ء صفحہ ۳۹-۴۱)

قیامت میں سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔ (حدیث)

ملفوظات طیبات۔

۷/۲۵، محصول ڈاک -/۲ روپے

مرتبہ: محمد عثمان غنی

انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے طلب کریں

بچوں کا صفحہ

عبدالعزیز

پڈعیدن - نواب شاہ سندھ

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

پیارے بچو! منظور اچھے خاندان کا لڑکا تھا۔ لیکن پڑھنے میں بہت کمزور اور نالائق تھا۔ ماں باپ اور بہن بھائیوں سے بھی اچھا رویہ نہ رکھتا تھا۔ دوستوں سے بداخلاقی سے پیش آتا اس کے ماں باپ اسے بہتیرا سمجھاتے لیکن وہ کھیل کود اور لڑائی جھگڑے سے باز نہ آتا تھا وہ اپنا وقت فضول کاموں میں ضائع کرتا۔ ماں باپ جب بھی اسے پڑھنے کے لیے کہتے تو وہ یہ کہہ کر بات ٹال دیتا۔ کہ ابھی وقت بہت ہے پڑھ لیں گے۔ اپنی بری عادتوں کی وجہ سے اساتذہ بھی اس سے ناخوش تھے وہ مسلسل فیل ہوتا رہا۔ چنانچہ اسے سکول سے نکال دیا گیا۔ وقت گزرتا گیا اور منظور جوان ہوگیا۔ ماں باپ چونکہ بہت امیر تھے اس لیے منظور کو کوئی فکر نہ تھی۔ اسے جب بھی پیسوں کی ضرورت ہوتی۔ ماں باپ کو ڈرا دھمکا کر لے جاتا۔ اور دوستوں کے ساتھ خوب عیش کرتا۔ ماں باپ بوڑھے ہوگئے اور باپ کمائی کے قابل نہ رہا۔ ذرائع آمدن بھی کم ہوتے چلے گئے۔ لیکن منظور اپنی عادتوں سے باز نہ آیا کچھ عرصہ بعد منظور کے ماں باپ انتقال کر گئے۔ منظور کے دوست بھی اسے آہستہ آہستہ چھوڑ گئے۔ کیونکہ ایسے دوست تو صرف پیسے کے ہوتے ہیں جب تک انہیں کھلاتے پلاتے رہو تو خوش رہیں گے۔ جونہی پیسے ختم ہوئے یاری بھی ختم ہوئی منظور اکیلا رہ گیا۔ اسے جوا کھیلنے کی عادت پڑ گئی ایک مرتبہ منظور نے جوئے میں بیس ہزار روپے جیتے پیسوں کے لالچ میں وہ جوئے کا رسیا ہوگیا اور آہستہ آہستہ اس نے اپنا سب کچھ جوئے کی نذر کر دیا حتیٰ کہ اس کے پاس دو وقت کے کھانے کے پیسے بھی میسر نہ تھے اس نے اپنے دوستوں سے قرض مانگا۔ لیکن وقت پڑنے پر کوئی اس کے کام نہ آیا اسے رہ رہ کر اپنے ماں باپ کی نصیحتیں یاد آتیں وہ افسوس سے اپنے ہاتھ ملتا رہ جاتا وہ گزرے ہوئے وقت کو یاد کرتا۔ لیکن

ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

ایک دن خواب میں منظور نے اپنے ماں باپ کو دیکھا۔ اس نے اپنی حالت بیان کی۔ ماں کو ترس آ گیا اس نے کہا پیارے بیٹے! اگر تم اب بھی خدا سے سچے دل سے معافی مانگ لو۔ اور آئندہ گناہوں سے توبہ کر لو خدا اب بھی تمہارے دن بدل سکتا ہے وہ صبح اٹھا، نماز پڑھی اور خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔ آہستہ آہستہ اس کے دن بدل گئے۔ اسے کاروبار بھی مل گیا اور ہنسی خوشی سے اپنی زندگی کے دن پورے کرنے لگا۔

پیارے بچو! ہمیں بھی برے کاموں سے بچنا چاہیئے اچھے اور نیک کام کرنے چاہئیں۔ تاکہ ہمارے ماں، باپ، بہن، بھائی، رشتہ دار اور دوست بھی ہم سے خوش ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی ہم سے خوش ہو۔ اللہ ہمیں اپنے ماں باپ کا فرمانبردار بنائے اور نیک کام کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

پیارے بچو!

اپنے صفحے کے لیے

کہانیاں، مضامین اچھے اچھے واقعات

لکھ کر بھیجیئے۔ معیاری ہونے پر ضرور شائع کیے جائیں گے۔

آپ کے بھائی جان

حضرت لاہوری رحؒ کی یادگار
مجالسِ ذکر
کی
تقاریر
ہر حصّہ اپنی جگہ مکمل
حصہ اوّل، سوم، چہارم، ششم، ہفتم، ہشتم، نہم، دہم موجود ہیں۔
رمضان المبارک میں اپنے گھروں میں افطاری کے بعد محفل منعقد کیجئے اور اپنے بچوں کو ایک تقریر روزانہ سنائیے۔ دین اور دنیا سنور جائے گی۔
سٹاک محدود ہے جلد طلب فرمائیں۔ فرمائش آنے پر وی پی بھی بھیجا جاسکتا ہے
ہدیہ فی جلد :۔
تین روپے صرف